

وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ ابْلِيسُ ظَنَّهُ، فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ

قبر پرستی کے فروغ کیلئے شیطان کی تدبیریں

مجموعہ نگارشات

عمدۃ المحدثین قدوة السالکین امام ابن قیم الجوزیہ حکیم الامتہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

نبیل الامتہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب التیمی

مع رسالہ (ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ)

ترجمہ و تعلق

ابو مسعود عبدالجبار سلفی ایم اے ایم او ایل



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ
وَاطِيعُوا الرَّسُوْلَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربنہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

﴿ وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾

[السبأ 20:34]

قبر پرستی کے فروغ کیلئے شیطان کی تدبیریں

مجموعہ نگارشات

عمدۃ المحدثین قدوة السالکین امام ابن قیم الجوزیہ ❊ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
❊ نبیل الامت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ❊ شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب التمیمی
مع رسالہ (ارشادات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ و تعلیق

ابو مسعود عبد الجبار سلفی (ایم۔ اے۔ ایم او ایل)

ناشر

مرکز تفہیم القرآن والسنتہ (چوک حجرہ شاہ مقیم، ضلع اوکاڑا)

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

قبر پرستی کے فروغ کے لیے شیطان کی تدبیریں	نام کتاب
عمدة المحدثین قدوة الصالحین امام ابن قیم الجوزیہ دمشقی	تالیف
ابو مسعود عبد الجبار السلفی (ایم اے)	ترجمہ و تعلق
۱۱۰۰	تعداد
ہفتم ۲۰۱۲	اشاعت
مرکز تفہیم القرآن والسنة (چوک حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑا)	ناشر
۲۰۰ روپے	قیمت

ملنے کے پتے

- ۱۔ دارالکتب السلفیہ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔
- ۲۔ مکتبہ قدوسیہ۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔
- ۳۔ الھادی للنشر والتوزیع۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔
- ۴۔ مکتبہ دارالسلام۔ لوئر مال روڈ لاہور۔
- ۵۔ مکتبہ محمدیہ۔ الفضل مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور۔

فہرست

- 9 تحدیثِ نعمت ○
- 11 رَوْحِ عَاظِرٍ ○
- 12 تصدیق ○
- 13 پیش لفظ ○
- 17 تقدیم حامداً و مصلیاً ○
- 20 آستانوں کی پرستش کی ابتداء کیسے ہوئی؟ ○
- 21 قوم نوح علیہ السلام کے بچپن بزرگوں کا تعارف ○
- 23 بابا ستوشاہ کی پرستش کا بنیادی سبب ○
- 24 آستانوں کی پرستش، بتوں کی پرستش سے بھی خطرناک ہے ○
- 25 مشرکوں کی احادیث رسول ﷺ سے محاذ آرائی ○
- 25 آستانوں پر مسجدیں بنانے کے متعلق ائمہ دین کے فتوے ○
- 26 قبروں پر مسجدیں بنانے کے متعلق احادیث رسول ﷺ ○
- 30 ایک مغالطے کا ازالہ ○
- 34 رسول اللہ ﷺ کے اندیشے اور مشرکین کی سینہ زوری ○
- 35 اہل توحید پر اللہ کا احسان ○
- 36 قبروں پر میلے اور عرس ○
- 37 مشرکین عرب قبل از اسلام عرس منایا کرتے تھے ○
- 41 ایک یہودیانہ تحریف پر تبصرہ ○
- 44 آستانوں پر حاضری کے دینی نقصانات ○

- 46 مزاروں پر حاضری کے وقت پجاریوں کا خشوع و خضوع ○
- 47 ایک بصیرت افروز تجزیہ ○
- 48 فرمان رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مشرکوں کا رد عمل ○
- 50 پکی قبروں کے خلاف سلف صالحین کے فتوے ○
- 52 مشرکین کی خود سری کی اجتناء ○
- 53 قبروں پر حج اکبر منعقد کرنا ○
- 56 جناب رسول کریم ﷺ کا طریقہ زیارۃ قبور ○
- 59 غور و فکر کا مقام ○
- 60 اسلاف کرام کی احتیاط ○
- 64 مسلمان مشرکین کا افسوس ناک طرز عمل ○
- 65 آستانہ پرستوں کو چیلنج ○
- 65 حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر کو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کرنا ○
- 67 قابل غور حقیقت ○
- 67 ذرا سوچئے تو سہی ○
- 68 امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دورانہ نشی ○
- 69 اسلمہ لکانے کی غرض سے درخت مخصوص کرنے والوں پر آپ ﷺ کی ناراضگی ... ○
- 71 دین کے بگاڑ پر اسلاف کرام کی برہمی ○
- 73 غیور موحدین کو مشرکین کے طعنے ○
- 74 داعیان توحید و سنت کی تسکین و تسلی ○
- 75 بزرگان دین کے نادان پجاری ان کے حقیقی دشمن ہیں ○
- 78 آستانوں کی پرستش کا اصل سبب: ○
- 80 شیطان لعین کی ہو شر با تدبیر ○

- 81 شرک اکبر تک پہنچانے والے شیطانی زینے ○
- 81 پہلا زینہ: ○
- 82 دوسرا زینہ: ○
- 82 مروجہ وسیلہ کی تردید میں بزرگانِ حنفیہ کے فرمودات ○
- 84 تیسرا زینہ: ○
- 84 چوتھا زینہ: ○
- 84 پانچواں زینہ: ○
- 85 آستانوں پر کی جانے والی منکرات کے درجات ○
- 87 موحدین اور مشرکین کے طریقہ زیارت قبور میں فرق ○
- 87 پہلا مقصد: ○
- 87 دوسرا مقصد: ○
- 88 تیسرا مقصد: ○
- 88 آستانوں کی زیارت سے مشرکین کا مقصد ○
- 89 شفاعت کا مشرکانہ تصور اور اس کی تردید ○
- 93 مشرکین، انبیاء اور اولیاء کی سفارش سے محروم رہیں گے ○
- 95 قرآنی نظریہ سفارش اور مشرکانہ سفارش کا فرق ○
- 98 دونوں طرح کی سفارشوں میں ایک مزید فرق ○
- ❁ ضمیمہ بسلسلہ قبر پرستی کے فروغ کے لیے شیطان کی تدبیریں
- 101 ازنبیل الامۃ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ○
- ❁ ضمیمہ بسلسلہ قبر پرستی کے فروغ کے لیے شیطان کی تدبیریں
- 106 از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ○

- 107 نور توحید ❀
- 110 شیخ الاسلام والمسلمین کی دعوت کا اثر ○
- 112 دی نیور ورلڈ آف اسلام کے صفحات کا اصل متن ○
- 115 کلمہ طیبہ کا حقیقی مقصد ○
- 116 کلمہ طیبہ کا اصلی مفہوم ○
- 117 اَلُوْهِیْت کیا ہے؟ ○
- 117 قابل غور چیزیں ○
- 118 اللہ کو رازق و خالق ماننے والے کافر کیوں قرار پائے؟ ○
- 118 توحید اَلُوْهِیْت ○
- 119 ایک سوال: ○
- 119 جواب: ○
- 121 آخری گزارش ○
- 122 مشرکین مکہ کے الہ کیسے تھے؟ از مفسر قرآن مولانا ابوالکلام آزاد ○
- 124 نکتہ توحید از مترجم و مرتب ❀
- 125 بتوں کے متعلق اہل مکہ کا نظریہ ○
- 127 الہ (معبود) کی تعریف ○
- 128 مشرکین مکہ کے آلہٴ کاتعارف ○
- 128 (۱) ہیل: ○
- 128 (۲) لات: ○
- 128 (۳) منات: ○
- 129 (۴) عزیٰ: ○
- 129 (۵) حضرت مریم صدیقہ ○

- 129 ○ (۶) حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام:
- 129 ○ (۷) اساف اور ناملہ:
- 130 ○ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اقرار
- 131 ○ انبیاء کی بعثت کا اصلی مقصد
- 131 ○ قوم ہود کا موقف
- 131 ○ رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید پر مشرکین کا جواب
- 132 ○ مقام غور و فکر
- 136 ❁ وسیلہ کیا ہے؟
- 137 ○ وسیلہ کا لغوی معنی:
- 138 ○ وسیلہ کا شرعی مفہوم:
- 139 ○ جائز اور مستحب وسیلے:
- 142 ○ نیک اعمال کا وسیلہ:
- 145 ○ وسیلہ کی تیسری قسم:
- 150 ○ وسیلہ کے متعلق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حنفی بزرگان دین کا موقف ...
- 154 ○ ❁ ارشادات محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ:
- 154 ○ محبوب سبحانی کی گرانقدر نصائح کا مقصد
- 158 ○ اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو
- 159 ○ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو جو فنی اور بے پرواہ ہے
- 160 ○ اللہ کے در کو چھوڑ کر کسی طرف مت جاؤ
- 161 ○ توحید، موحدین کے لیے نور اور شیطین کے لیے آگ ہے
- 162 ○ حنج بخشنے والی ہستی! اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں
- 163 ○ مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے والا جانوروں سے بھی احمق ہے ...

- 165 اللہ نے اپنی خدائی میں کسی کو شریک نہیں بنایا ○
- 166 ہڈ حرام سجادہ نشینوں اور شکم پرست مولویوں کی غلط بیانیوں کا رد ○
- 167 قبروں میں مدفون صالحین و طالحین اللہ کے سامنے بے بس ہیں : ○
- 168 خود ساختہ واسطے اور وسیلے اٹھا دو ○
- 170 اولیاء کرام کی سیرت اپناؤ ان کے نام پر بزنس نہ کرو ○
- 171 زاہدوں کے لباس میں خونخوار بھیڑیے ○
- 172 بدعات کے ارتکاب کا خوفناک انجام ○
- 173 ہمدردانہ گزارش ○
- 174 استواء علی العرش کے منکرین کو ڈانٹ ○
- 175 گمراہ کن عقیدے کا رد ○
- 176 اس عقیدے کا رد کہ اللہ ہر جگہ یا ہر مقام پر بالذات موجود ہے ○
- 176 مومنوں اور شہیدوں کی روحمیں جنت میں ہیں قبروں میں نہیں ○
- 178 کسب و بہر اپناؤ اور گداگری چھوڑ دو ○



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تحدیثِ نعمت

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ
وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ اَجْمَعِیْنَ اما بعد:

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے کتاب ہذا کو وہ قبولیت نصیب فرمائی جو مترجم و مہذب و ناشر کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ اس کا جب بھی نازہ ایڈیشن شائع ہوتا ہر مسلک کے پرستاران توحید اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے اور کتاب چند ماہ میں بازار سے نایاب ہو جاتی۔ چنانچہ قلیل عرصے میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے لیکن کتاب کی مانگ میں کمی نہ آئی۔

فدائیان توحید و سنت نے اس کی تخریج و تعلیق کی طرف توجہ دلائی اور اس کے سرورق کو دیدہ زیب اور کتابت کو دلکش بنانے کا مشورہ بھی دیا چنانچہ راقم الحروف نے اصحاب علم و فضل کی مشاورت سے موجودہ ایڈیشن میں آیات اور احادیث کی تخریج کردی اور مفید حواشی کا اضافہ کر دیا لہذا موجودہ ایڈیشن مندرجہ ذیل خوبیوں سے مالا مال ہے۔

- ۱۔ سرورق، انتہائی خوبصورت چار رنگا ڈیزائن کیا گیا ہے۔
- ۲۔ اردو/عربی مواد کو خوبصورت انداز سے ان بیچ پروگرام میں کمپوز کر دیا گیا ہے۔
- ۳۔ حاشیے پر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کی تخریج کردی گئی ہے۔
- ۴۔ امام ابن قیمؒ کی گرانقدر تحریر کی تائید و تشریح کی غرض سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی شیخ الاسلام امام محمدؒ کی مترجم تحریریں شامل کردی گئی ہیں۔

۵۔ مسک الختام کے طور آخر میں سید الاصفیاء والاخيار حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے مواعظ حسنہ شامل اشاعت کر دیے گئے ہیں۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَالْيَهُ أَنِيبُ

ابو مسعود عبد الجبار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَوْحَ عَاظِرٍ مِنَ الْاِسْتَاذِ الْكَرِیْمِ عَلٰی الْمَوْلَفِ

فَإِنَّ الْأَخَ الْكَرِيمَ عَبْدَ الْجَبَّارِ السَّلْفِيِّ خَرِيْجِ الْجَامِعَةِ
السَّلْفِيَّةِ بِفَيْضِ آبَادٍ وَالْمَاجِسْتِيْرُ فِي اللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ مِنْ
جَامِعَةِ فَنَجَابِ بِيَاكِسْتَانَ مِنْ خَيْرَةِ الطُّلَّابِ الَّذِينَ
تَخَرَّجُوا مِنَ الْجَامِعَةِ السَّلْفِيَّةِ دَارَسَ عَلَيَّ وَلَا زَمَنِي بَرَهَةً
مِنَ الزَّمَنِ.

كَانَ مُجْتَهِدًا زَكِيًّا فَطِيْنًا خَلِيْقًا صَاحِبَ مِيْزَةٍ خِطَابَةٌ وَ
اِنْشَاءً خَاصِعًا مُتَادِبًا وَ مُكْرَمًا لِاَصْحَابِ الْفَضَائِلِ
وَالسَّجَايَا وَ بِالْاَخْصِ شَيْوُخَهُ عَلَيَّ تَفَاوُتِ دَرَجَاتِهِمْ كَمَا
هُوَ مَعْرُوْفٌ لَدَيْنَا عَقِيْدَةٌ صَحِيْحَةٌ وَ هُوَ اَهْلٌ لِلْاِلْتِحَاقِ وَ
صَالِحٌ لِلتَّرْشِيْحِ.

الراقم

ثناء اللہ عیسیٰ ضاں

نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

تصدیر

شیخ الحدیث حضرت العلامة مولانا حافظ ثناء اللہ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

مبعوث دار الافتاء مملکة عربية سعودية

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مَنْ بُعِثَ بِالْهُدَى وَدِينِ

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ..... اِنَّمَا بَعْدُ!

زیر نظر کتاب علامہ ابن قیم کی معرکہ آراء تصنیف ”اغاثة اللہفان“ کے ایک معرکہ آراء باب کا ترجمہ ہے جس کا تعلق فقہ عبادۃ قیور سے ہے تلمیذ موصوف نے اپنے خاص انداز میں اس کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے جو لائق تحسین ہے، رب العزت ان کی جملہ مساعی کو شرف قبولیت سے نوازے اور عقبیٰ میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین
اخیر میں میری یہ سفارش ہے کہ مکمل کتاب کا ترجمہ ہونا چاہیے تاکہ اردو دان طبقہ بھی اس سے کما حقہ مستفید ہو سکے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

الزَّاقِم

ثناء اللہ عیسیٰ خاں لاہور

۱۱ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ

برطانیق ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۳

پیش لفظ

محترم ناظرین، آٹھویں صدی ہجری کے ہر دلعزیز اور شہرہ آفاق عالم ربانی، حجتہ الاسلام امام ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی معرکہ آراء کتاب ”اغاثۃ اللسفان“ اس قابل ہے کہ اسے دنیا کی تمام زبانوں میں منتقل کیا جائے۔

راقم الحروف نے آج سے چند سال قبل اس کے نہایت وقیع اور اہم باب کا ترجمہ کیا تھا جو وفاقی شرعی عدالت پاکستان کے مشیر اور الاعتصام لاہور، کے مدیر اعلیٰ مفسر قرآن حضرت مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ثانی کے بعد صفت روزہ تنظیم اہل حدیث لاہور میں قسط وار شائع ہوا۔

حسن اتفاق سے یہ مضمون، ملک کے نامور، بزرگ عالم دین حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمۃ اللہ علیہ کے مطالعہ میں آیا، جب انھوں نے اسے اول تا آخر بڑی دلچسپی سے پڑھا تو ان کے دل میں چشمہ توحید کی شیریں لہریں موجزن ہو گئیں اس وقت ان کی قلبی کیفیت کچھ اس طرح نظر آنے لگی۔

وَ يَذُرُّ كُنْبِي فِي ذِكْرِهِ فَشِعْرِي

لَهَا بَيْنَ جَلْدِي وَالْعِظَامِ ذَيْبِي

چنانچہ حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے والہانہ شیفتگی کے عالم میں راقم الحروف کو لاہور طلب کر کے اسے مزید آسان اور عام فہم کرنے کا حکم دیا تاکہ یہ مضمون کتابی صورت میں شائع ہو سکے۔ راقم الحروف حضرت حافظ صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں مصروف تھا کہ جبل استقامت اور توحید و سنت کے بیباک داعی حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) آف گجرات کو بھی اسے ملاحظہ فرمانے کا اتفاق ہوا تو انھوں نے والہانہ انداز میں راقم کی گردن کو دونوں اطراف سے چوم کر نہایت

مسرت کا اظہار کیا اور فرمانے لگے آفرین ہے بیٹا صد آفرین اللہ اس کاوش کو قبولیت عطا فرمائے۔

اس کتاب کے مصنف کو علمی دنیا میں جو بے پناہ مقبولیت اور محبوبیت حاصل ہے اس کا سبب یہ ہے کہ آپ مجسمہ اخلاص تھے۔ زہد و ورع، عبادت و ریاضت اور تقویٰ کے اعتبار سے ”إِنَّهُوَ إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ“ معلوم ہوتے تھے۔ ذکر الہی اور تلاوت قرآن آپ کی یومیہ روحانی غذا تھی تو جس طرح حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جب بندہ فرانس کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ذریعہ بھی میرا قرب تلاش کرتا ہے تو میں اس سے محبت کرنا شروع کر دیتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے الخ (المحدیث)..... اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو اطلاع دیتا ہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر آسمان والے ملائکہ کرام بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کے لیے اہل زمین کے دلوں میں قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

اس عالم ربانی نے اپنے استاذ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح، اللہ تعالیٰ کی خاطر، دنیاوی جاہ و منصب اور مال و دولت کو ٹھکرایا اور حکومتی عہدوں اور مناصب پر جلوہ گر ہونے کی بجائے تبلیغ حق کرتے ہوئے جیل میں قید ہونے کو ترجیح دی۔ چنانچہ انبیائے کرام کی خالص دعوت توحید کی تبلیغ کی پاداش میں آپ کو قید کیا گیا۔ اونٹ پر باندھ کر بازاروں میں گھمایا گیا اور پیٹھ پر کوڑے برسائے گئے لیکن آپ نے یہ سب کچھ، طائف کے داعی الی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح برداشت کیا اور شرک و بدعت کے ایوانوں میں دعوت توحید پہنچائی۔

آج ان کی شہرت اور محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ جو نبی ان کی کوئی کتاب شائع ہو کر محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مارکیٹ میں آتی ہے وہ چند دنوں میں نایاب ہو جاتی ہے کیونکہ عام و خاص اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور لوگ ان کی کتابوں کے ایسے محتاج ہیں جیسے موسم گرما میں پیاسے لوگ ٹھنڈے پانی کے ”زاد المعاد، اغاثۃ اللہفان، اعلام الموقعین، قصیدہ نونیہ، مدراج السالکین، روضۃ المحبین، نزہۃ المشتاقین، حادی الأرواح الی بلاد الأفرح“ وغیرہ کتب کے کیا کہنے۔

سبحان اللہ ہر گلے رارنگ و بوئے دیگر است

ان کتب میں سے اغاثۃ اللہفان اپنے موضوع پر بڑی شاندار اور لا جواب کتاب ہے اور خصوصاً یہ حصہ ایسا بے مثال ہے کہ اہل ایمان اس کے مطالعے سے شرک کی حقیقت اور اس کے خطرناک نتائج سے مکمل طور پر آگاہ ہو جائیں گے اور یہ جان لیں گے کہ یہی وہ دعوت ہے جس کی انبیاء کرامؑ نے تبلیغ کی اور اس کی پاداش میں اپنی اپنی قوموں سے پتھر کھائے اور ان کی بدتمیزیوں کا شکار ہوئے اور اسی نظریے پر استقامت کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ نے عزیمت کے مقام پر فائز کیا اور انہیں دنیا میں لسان صدق کا اعزاز بخشا اور عقبیٰ میں جنت الفردوس کا وارث بنایا۔

راقم الحروف نے قصیدہ نونیہ کے تمہیدی خطبے کو اردو جامہ پہنا کر اس کتاب کے شروع میں لگا دیا ہے۔ سبحان اللہ! امام ابن قیمؒ کا یہ خطبہ ارباب بصیرت کو مسحور کر دینے والا ہے۔ اس کی اصل عربی عبارت ایسی فصیح و بلیغ اور حلاوت ایمانی سے بھر پور ہے کہ علمائے کرام عیش عیش کر انھیں، اردو خواں اصحاب اس کے ترجمے کے مطالعہ سے کم و بیش وہی لطف حاصل کر سکتے ہیں جو اصلی عربی عبارت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ خطبہ اپنی ایمانی حرارت کے ساہ ساتھ عیار دین بازوں کا پورا پورا جواب بھی ہے، جو دن رات اہل ایمان کو گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب گردانتے ہیں۔ راقم الحروف نے اپنی کم مائیگی کے باوجود بڑی جانفشانی سے اس باب کا ایسا رواں اور سلیس اردو ترجمہ کیا ہے کہ قارئین کرام اسے اردو کتاب ہی تصور کریں گے۔

میں قارئین کرام سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے اساتذہ کرام خصوصاً شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حافظ محمد گوندلویؒ و مولانا محمد عبد اللہ امجد چھتویؒ اور حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خاں مدنیؒ، حضرت مولانا حافظ عبد المنان نور پوریؒ اور میرے والد محترم میاں دلی محمد مرحوم کو خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں اور مولانا عبد القادرؒ، حصاری و مولانا محمد یوسف راجو دالویؒ کو بھی کہ میں ان کی دعاؤں سے اس خدمت کے قابل ہوں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِكَ.

جَزَاهُمْ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنْ سَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا

فقير الى الله الغني

عبد الجبار سلفي

ڈاہر ضلع اوکاڑہ

تقدیم..... حامداً و مصلياً

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ:

اللہ رب العزت ہی تمام تعریفوں کے لائق ہے جس کے پالنہار ہونے پر تمام مخلوق گواہ ہے جس کی غلامی کا ساری مصنوعات اقرار کر رہی ہیں اور اپنے اندر پائی جانے والی عجیب و غریب کارگیری کے ذریعے گواہی دے رہی ہیں کہ اس ذات بابرکات کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں۔ وہ ہر نقص سے پاک اور تمام خوبیوں سے متصف ہے، اپنی مخلوق کی تعداد کے برابر، اور ان پر گزیدہ ہستیوں کی تعداد برابر جن سے وہ راضی ہوا اور اتنے وزن برابر جتنا اس کے عرش کا وزن ہے، اور اتنی سیاہی برابر، جس سے اللہ کے کلمات لکھے جائیں تو وہ ختم ہو جائے، لیکن اللہ کے اوصاف و کمالات بدستور باقی رہیں۔

وہ ایسا بابرکت اور بے نیاز اور یکتا رب ہے جس کی ربوبیت میں کوئی شریک نہیں اور اس کی صفوں اور کاموں میں کوئی شبیہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کائنات کی ان تمام چیزوں سے بڑا ہے جو اس کے علم میں ہیں اور جو اس کے قلم نے لکھی ہیں اور جن پر اس کا حکم نافذ ہے۔

ہم اس بے بس اور عاجز بندے کی طرح لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ کہتے ہیں جو اپنی ذات کے نفع اور نقصان کا مالک نہیں۔ نہ زندگی کا مالک ہے۔ نہ موت کا اور نہ جی اٹھنے کا بلکہ اول تا آخر رب العزت کا محتاج ہے۔

ہم اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے، نہ اس کی بیوی ہے، نہ اولاد نہ باپ نہ کوئی ہمسر، وہ یقیناً ایسا ہی ہے جس طرح اس نے اپنے متعلق بیان کیا اور بڑھ کر ہے اس سے جو مخلوق اس کے متعلق

بیان کر سکتی ہے۔

اور ہم شہادت دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور پیارے رسول ہیں اور وحی الہی کے امین ہیں اور اس کی طرف سے مخلوق کی جانب سفیر ہیں اور مخلوق پر حجت ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں قیامت سے قبل ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا اور انہیں بشیر و نذیر، سراج منیر اور داعی الی اللہ بنایا اور انہیں اس وقت رسول بنا کر بھیجا جب انبیاء و رسل کو گزرے ایک عرصہ بیت چکا تھا اور صراط مستقیم کے نشانات مٹ چکے تھے اور کتابوں کی نصیحتیں طاق نسیان ہو چکی تھیں۔

کفر کی آگ بھڑک رہی تھی اور اس کی چنگاریاں کائنات کے گوشوں تک اڑ رہی تھیں اور اہل زمین اس لائق تھے کہ ان پر غضب الہی ٹوٹ پڑے ان حالات میں رب کائنات نے اہل زمین کو دیکھا تو چند اہل کتاب کو چھوڑ کر باقی تمام عرب و عجم پر ناراض ہوا۔

کیونکہ ہر قوم نے اپنی گمراہ کن آراء کو سند بنا رکھا تھا اور اپنی باطل تحریروں سے وحی الہی کا مقابلہ کر رکھا تھا، کفر کی اندھیری رات طویل ہو چکی تھی اور ضلالت کا سیاہ غبار چھا چکا تھا۔ حق کے راستے معدوم ہو چکے تھے اور اس کی علامتیں اکھڑ چکی تھیں۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ اور پیارے رسول حضرت محمد ﷺ کے ذریعے ایمان کی صبح کو روشن کیا جو نبی یہ آفتاب رسالت طلوع ہوا، کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے نور سے چمکنے لگا۔ ضلالت کی تاریکی ختم ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ذریعے لوگوں کو گمراہی سے ہدایت بخشی اور انہیں جہالت سے نکال کر شریعت کا نور بخشا اور ان کا اندھا پن دور کر کے انہیں نور بصیرت عطا کیا اور اہل حق کو قلت سے کثرت میں اور ان کی ذلت کو عزت میں تبدیل کیا اور آپ کے ذریعے بند آنکھوں اور ڈھکے ہوئے کانوں اور مستور دلوں کو کھول دیا اور آپ ﷺ نے ڈنکے کی چوٹ پر پیغام الہی پہنچایا۔ رسالت کی امانت ادا کی اور امت کی خیر خواہی کی اور ضلالت کے بادلوں کو

بکھیر دیا اور جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کر دیا اور ایسی بندگی کی کہ اللہ کی طرف سے یقین آ گیا۔

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کا سینہ کھول دیا اور آپ کا ذکر بلند کر دیا اور آپ سے بوجھ اتار دیا، آپ کے مخالفین پر ذلت مسلط کر دی اور قرآن حکیم میں آپ کی زندگی کی قسم کھائی اور آپ کا نام اپنے نام سے جوڑ دیا چنانچہ جب بھی کسی جگہ کسی وقت اللہ کے بابرکت نام کا ذکر ہوتا ہے ساتھ ہی اس کے پیارے پیغمبر ﷺ کا نام لیا جاتا ہے۔ اس وقت تک کسی خطیب کا خطبہ کسی نمازی کی نماز اور کسی مؤذن کی اذان مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ یقین سے گواہی نہ دے لے کہ محمد ﷺ اللہ کا بندہ اور اس کا پیارا رسول ہے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ مَلَائِكَتُهُ وَ أَنْبِيَآءُ وَ رُسُلُهُ وَ جَمِيعُ خَلْقِهِ كَمَا
عَرَفْنَا بِاللَّهِ وَ هَدَانَا إِلَيْهِ وَ سَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَكْرَامِ الْأَوْلِيَاءِ
وَالْآخِرِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَعَلَى مَنْ تَبِعَهُمْ
بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ أَمَا بَعْدُ!

آستانوں کی پرستش کی ابتداء کیسے ہوئی؟

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

شیطان مردود نے جس خطرناک فلسفے سے اپنے نئے اور پرانے ساتھیوں کو گمراہ کیا ہے، وہ قبروں کی پرستش کی ترغیب و تلقین ہے۔ اس کے اس تباہ کن منصوبے سے صرف وہی بچے ہیں جنہیں اللہ نے آزمانے کا ارادہ نہیں کیا۔

اس ملعون کے پر فریب منصوبے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے سوا کئی دوسرے معبودوں کی پرستش شروع ہو گئی۔ ان کے مجسمے تراشے گئے۔ انکی قبروں پر تپے تعمیر ہوئے اور ان میں خود ساختہ معبودوں کی مورتیاں بنائی گئیں بعد ازاں ان مورتیوں کو سایہ دار مجسموں میں ڈھال دیا گیا پھر انہیں بت بنا دیا گیا۔ رفتہ رفتہ اللہ کے ساتھ ساتھ ان کی عبادت بھی شروع ہو گئی۔

آستانوں کی پرستش کی ابتدا قوم نوح علیہم السلام سے ہوئی تھی۔ قرآن میں ہے:

﴿ وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ انْتَهَمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَالَهُ وَ
وَلَدَهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكْرُؤًا مَكْرًا كُبَارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَدْرُنَّ
الْهِتَكُمْ وَلَا تَدْرُنَّ وُدًّا وَلَا سَوَاعًا وَلَا يَفُوتُ وَيَعُوقُ وَنَسْرًا
وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۝ ﴾ (نوح: ۲۱-۲۴)

”اور نوح علیہ السلام نے فرمایا اے میرے رب، انہوں نے میری نافرمانی کی

اور اس چیز کی پیروی کی جس نے ان کے مال و اولاد کو خسارہ کے سوا کچھ نہیں دیا۔ انھوں نے بہت بڑی چال چلی اور کہا کہ اپنے معبودوں کی عبادت مت چھوڑنا اور مت چھوڑنا وڈ کو اور نہ چھوڑنا سُواع کو نہ یعوق کو نہ یغوث اور نہ نسر کو اور بے شک انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔“

قوم نوح علیہ السلام کے پنجتن بزرگوں کا تعارف

امام ابن جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آدم علیہ السلام کی نسل میں سے بڑے متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ لوگ ان کے بڑے عقیدت مند تھے اور ان کی پیروی کرتے تھے۔ جب یہ بزرگ فوت ہو گئے تو ان کے عقیدت مندوں نے سوچا کہ اگر ہم ان کی تصویریں بنالیں تو ان کی یاد سے ہم میں عبادت کا شوق بڑھ جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے ان نیک بزرگوں کی تصویریں یا بت بنا لیے۔ پھر جب تصویریں اور مجسمے بنانے والے فوت ہو گئے تو بعد والوں میں شیطان نے یہ دوسرے پیدا کیا کہ تمہارے آباء واجداد تو ان بزرگوں کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان کے وسیلے سے ان پر بارش برستی تھی۔ چنانچہ ان کی اولاد نے ان کی پرستش شروع کر دی۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ ہے اور اس وقت لوگ صحیح عقیدہ توحید پر تھے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ قوم نوح ان معبودوں کی پوجا کرتی تھی۔ پھر عربوں نے بھی انہیں پوجنا شروع کر دیا۔ چنانچہ وڈ، دومتہ الجدل میں بنو کلب کا معبود تھا۔ اور سُواع، غلیل کا اور یغوث بنو عطفیف کا معبود تھا اور ہمدان والے یعوق کو پوجتے تھے اور نسر، حمیریوں کے قبیلہ ذوالکلاع کا معبود تھا۔

ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ وہ بت جو قوم نوح میں پوجے جاتے تھے، بعد میں عربوں نے بھی ان کو پوجنا شروع

کردیا۔ چنانچہ سواع قبیلہ ہذیل کا اور یغوث، مراد کا اور پھر بنو غطفیف کا اور یعوق، ہمدان اور نسر آل ذوالکلاع کا اور وڈ، بنو کلب کا معبود تھا۔

مندرجہ بالا آیت میں جن معبودوں کا ذکر ہے، دراصل وہ قوم نوح کے نیک اور متقی انسان تھے۔ جب یہ فوت ہوئے تو شیطان نے ان کی قوم کو بہکایا کہ ان کے مجتہد بنا کر اپنی عبادت گاہوں میں نصب کر دو اور ان کے نام پر ان کے نام رکھو تو انہوں نے ایسا کیا لیکن پرستش نہیں کی بلکہ صرف یادگار قائم کی۔ پھر جب یادگار بنانے والے فوت ہو گئے اور اصل مقصد ناپید ہو گیا تو بعد والوں نے ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پوجنا شروع کر دیا۔

اسلاف کرام میں اکثر علما نے بیان کیا ہے، یہ لوگ قوم نوح کے بزرگ تھے۔ جب یہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر چلہ کا ثنا شروع کیا۔ پھر انہوں نے ان کی تصویریں اور بت بنائے اور کچھ عرصہ بعد ان کی پرستش شروع کر دی۔ آج کل کے مسلم مشرکوں نے ”دونوں گمراہیوں کو اپنا لیا ہے۔“ ایک تو ان کی قبروں کی پرستش کی گمراہی اور دوسری ان کی تصاویر کی پرستش کی گمراہی۔ آنحضرت ﷺ نے دونوں فتنوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بسند صحیح مروی ہے:

[إِنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَيْسَةَ رَأَتْهَا بَارِضِ الْحَبَشَةِ يُقَالُ لَهَا مَارِيَةٌ فَذَكَرَتْ لَهُ مَارَاتٍ فِيهَا مِنَ الصُّورِ۔ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُولَئِكَ قَوْمٌ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلَيَّ قَبْرَهُ مَسْجِدًا وَصَوْرًا فِيهِ تِلْكَ الصُّورُ أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ]

”حضرت اُم سلمہ نے حضرت رسول مقبول ﷺ کے سامنے ایک کنیسہ کا ذکر کیا جو انہوں نے حبشہ کی سرزمین پر دیکھا تھا۔ اسے ماریہ کہا جاتا تھا۔

انہوں نے جو جو تصاویر اس میں دیکھی تھیں، وہ بھی آپ ﷺ کو بتائیں تو رسول اللہ نے فرمایا، وہ ایسی قوم ہے جب ان میں کوئی نیک بزرگ فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور اس میں ان کی تصویریں بناتے۔ وہ لوگ اللہ کے ہاں ساری مخلوق سے بدترین ہیں۔“

صحیح بخاری اور مسلم میں یہ لفظ بھی ہے کہ ام حبیبہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے اس کینہہ کا ذکر کیا۔^① اس حدیث شریف میں قبروں اور ”ان میں مدفون بزرگوں کی تصویروں کا اکٹھا ذکر آیا ہے۔“

بابا ستوشاہ کی پرستش کا بنیادی سبب

بابا ستوشاہ یعنی لاٹ کی پرستش کا بھی بنیادی سبب یہی تھا۔ چنانچہ مفسر قرآن امام ابن جریر رضی اللہ عنہ اپنی تفسیر میں حضرت مجاہد کے حوالے سے ﴿ اَفْرَأَيْتُمُ اللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ ﴾ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں، کہ لات نامی بزرگ حاجیوں کے لیے ستو بھگویا کرتا تھا جب وہ فوت ہو گیا تو اہل مکہ نے اس کی قبر پر چلہ کشی شروع کر دی۔ حضرت ابو الجوزاء، مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ لات حاجیوں کے لیے ستو بھگویا کرتا تھا۔

اس سے آپ کو معلوم ہوا کہ ود، یغوث، یعوق، لات وغیرہ کی پوجا کا سبب ان کی قبروں کی تعظیم ہی تھا۔ پھر پجاریوں نے ان کی تصویریں بنائیں اور ان کی پرستش شروع کر دی۔

ہمارے استاذ امام ابو العباس ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت رسول

① صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱/ص: ۱۱۰ کتاب الفضائل / باب حجرہ الحیثۃ، ج: ۴/ص: ۲۴۵، مسلم: کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب النہی عن بناء المساجد علی القبور، ج: ۱، ص: ۳۷۵، نسائی فی المجتبی: کتاب المساجد، ج: ۲، ص: ۴۱، ۴۲، مسند احمد، ج: ۶/ص: ۵۱

مقبول ﷺ نے اس علت کی وجہ سے قبروں پر مساجد بنانے سے روکا کیونکہ ایسی جگہ میں بنائی جانے والی مساجد سے لوگ شرک اکبر میں گرفتار ہوئے یا شرک کے قریب جا پہنچے اور جس فلسفے سے صالحین کی قبروں کی پوجا ہوئی، بعینہ اسی فلسفے کے تحت ستاروں کی پرستش ہوئی کہ لوگوں نے یہ عقیدہ بنا لیا کہ یہ بت ستاروں جیسے دیوتاؤں کے مرکز ہیں۔

آستانوں کی پرستش، بتوں کی پرستش سے بھی خطرناک ہے

دینے تو بتوں کی پرستش بھی شرک ہے۔ لیکن قبر کی پوجا کرنے والوں کا شرکیہ اعتقاد، پتھر اور لکڑی کے بت پوجنے والوں سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ مشرکین، بزرگوں کے آستانوں پر ایسی گریہ وزاری کرتے ہیں اور ایسا خشوع و خضوع کرتے ہیں جو وہ اللہ کے گھروں میں اللہ کے لیے نہیں کرتے اور جس طرح حضور قلب سے ان سے التجائیں کرتے ہیں، اس طرح سحری کے وقت اللہ تعالیٰ سے نہیں کرتے۔ چنانچہ کچھ تو انہیں سجدہ کرتے ہیں اور کچھ وہاں برکت کی غرض سے نماز پڑھتے ہیں اور ایسی دعا مانگتے ہیں جو وہ مسجدوں میں نہیں مانگتے۔ آنحضرت ﷺ نے اسی خرابی کی وجہ سے اس شجر خبیثہ (شرک) کو جڑ سے اکھاڑنے کا حکم دیا اور سد ذریعہ کے طور پر قبرستان میں نماز پڑھنے سے ہی روک دیا۔ اگرچہ نمازی کی غرض، برکت حاصل کرنے کی نہ بھی ہو، آپ ﷺ کا یہ حکم اسی طرح ہے جیسے آپ ﷺ نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کر دیا۔ کیونکہ ان اوقات میں مشرک، سورج کی پرستش کرتے ہیں اور اس لیے کہ مشرکوں سے مشابہت نہ ہو جائے اگرچہ نمازی کا مقصد وہ نہ ہو جو مشرکوں کا ہوتا ہے۔

مسلم نما مشرکوں کی احادیث رسول ﷺ سے محاذ آرائی

ہمارے استاذ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا کہ آدی کا قبروں کے پاس برکت کی غرض سے نماز پڑھنا، کھلم کھلا اللہ اور اس کے رسولؐ سے محاذ آرائی کرنا ہے اور اس دین کو ٹھکرانا ہے جو رسول کریم ﷺ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے کیونکہ تمام مسلمان دین مصطفیٰ کی مبادیات سے آگاہی کی بنا پر اس بات پر متفق ہیں کہ امام الانبیاء ﷺ کے دین میں قبروں کے پاس نماز ادا کرنا منع ہے اور ایسا کرنے والے پر اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گو قبروں پر مسجدیں بنانا اور وہاں نماز پڑھنا شرک نہیں لیکن شرک اکبر کا راستہ اور سبب ضرور ہیں۔ اس لیے ہمارے پیارے رسول ﷺ نے ان کے متعلق سخت وعید بیان فرمائی ہے۔

آستانوں پر مسجدیں بنانے کے متعلق ائمہ دین کے فتوے

ائمہ دین نے صحیح اور صریح احادیث کی بنا پر قبروں پر مسجدیں بنانے سے منع کیا ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (جن کے متعلق پیر جیلانی نے کہا ہے کہ کوئی آدی اس وقت تک ولی نہیں بن سکتا جب تک وہ امام احمد کا عقیدہ نہ اپنائے) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بن انس اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب نے قبروں پر مسجدیں بنانے کو حرام لکھا ہے اور بعض دیگر علماء نے مکروہ قرار دیا ہے ^① ان کے متعلق ہم حسن ظن کے طور پر کہتے ہیں کہ انھوں نے مکروہ تحریمی ہی کہا ہو گا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے ہادی حضرت رسول مقبول ﷺ تو اس کام پر لعنت کریں اور علمائے ربانی اسے جائز کہیں!؟

① اس کے متعلق علماء کے مذاہب معلوم کرنے کے لیے امام ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تخیز المساجد"

من اعجاز العلوم مساجد، ص: ۱۸۵، ۵۹، ۲۸، کا مطالعہ مفید رہے گا۔ ج-ع۔ ج-س

قبروں پر مسجدیں بنانے کے متعلق احادیث رسول ﷺ

① صحیح مسلم میں حضرت جناب بن عبد اللہ بخلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

[سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ وَهُوَ يَقُولُ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ أَنْ يَكُونَ مِنْكُمْ خَلِيلٌ فَإِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا إِلَّا إِنْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنهَاكُمُ عَنْ ذَلِكَ] ①

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو وفات سے پہلے یہ فرماتے سنا کہ میں اس بات سے برأت کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو کیونکہ مجھے اللہ نے حضرت ابراہیم کی طرح خلیل بنا لیا ہے۔ اگر میں نے امت میں سے کسی کو خلیل بنانا ہوتا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تمہیں اس بات سے روک چلا ہوں۔“

② سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ:

[لَمَّا نَزَلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ فَإِذَا اغْتَمَّ كَشَفَهَا فَقَالَ وَهُوَ كَذَلِكَ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَ النَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَدِّثُ مَا صَنَعُوا] ②

① مسلم: کتاب المساجد و موضع الصلوة/ باب النهی عن بناء المساجد علی القبور ،

و اتخاذ الصور فیہا، ج: ۱/ ص: ۳۷۷۔ ابو عوانہ ، ج: ۱/ ص: ۴۰۱۔ معجم کبیر

طبرانی (۲/۸۴/۱) بحوالہ تحذیر المساجد، ص: ۱۹

② صحیح بخاری و مسلم

”جب حضرت رسول کریم ﷺ بیمار ہوئے تو اپنے کنبل کو چہرے پر ڈالتے جب گھٹن محسوس کرتے تو کنبل ہٹا دیتے۔ اسی حالت میں آپ ﷺ نے فرمایا اللہ، یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کیونکہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا۔ آپ ﷺ ان کے اس فعل سے اپنی امت کو ڈرا رہے تھے۔“

① بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

[اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ] ②

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو برباد کرے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔“

اور مسلم کی روایت میں اس طرح ہے:

[لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ] ③

”اللہ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔“

غور کرو! یہ کون سے لمحات ہیں جن میں آپ ﷺ اپنی امت کو اس فعل سے ڈرا رہے ہیں۔ یہ وہ آخری لمحات ہیں جب آپ اللہ کے پاس جانے والے تھے۔ ان آخری لمحات میں آپ ﷺ قبروں کو عبادت گاہیں بنانے والے اہل کتاب پر لعنت کر رہے ہیں تاکہ اپنی امت کو خبردار کریں کہ وہ ایسا نہ کرے۔

① بخاری: کتاب الصلوٰۃ اور کتاب الجنائز/باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور کتاب

الانبياء/باب ما ذکر من بنی اسرائیل - کتاب المغازی/باب حرص النبی ووفاته، مسلم: کتاب

المساجد ومواضع الصلوٰۃ، نسائی فی المجتبى: کتاب المساجد، مسند احمد، ج: ۱/ص: ۲۱۸

② مسلم: کتاب المساجد، نسائی، کتاب المساجد، مسند احمد، ج: ۱، ص: ۲۱۸

① صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری میں فرمایا، جس میں آپ اٹھ نہ سکے۔

[لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَآءِهِمْ مَسَاجِدَ ①
وَلَوْ لَا ذَلِكَ لَابْرَزَ قَبْرُهُ غَيْرَ أَنَّهُ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا]

”اللہ تعالیٰ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے، انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا، اگر آنحضرت کی قبر کے متعلق اس بات کا ڈر نہ ہوتا تو آپ ﷺ کی قبر بھی باہر بنائی جاتی لیکن اس اندیشہ کی وجہ سے سرعام نہ بنائی گئی کہ کہیں سجدہ گاہ نہ بن جائے۔“

② حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنی مسند میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تُدْرِكُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ
وَالَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ ②]

”یقیناً بدترین لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں قیامت ہوگی اور وہ لوگ بھی سب سے بدترین ہیں جو قبروں کو عبادت گاہیں بناتے ہیں۔“

③ اسی طرح مسند احمد میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ ﷺ نے یہودیوں پر اس لیے لعنت فرمائی کہ انہوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا۔ ①

④ مفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

① بخاری: کتاب الصلوٰۃ، مسلم: کتاب المساجد، ابو داؤد: کتاب الجنائز، باب

البناء علی القبر، ج: ۳، ص: ۵۵۳۔ نسائی فی المجتبیٰ کتاب الجنائز، مسند احمد

، ج: ۲، ص: ۲۸، ص: ۳۶۶، السہمی فی تاریخ جرجان، ص: ۲۴۹۔

② حوالہ مذکورہ

③ مسند احمد، ج: ۱، ص: ۴۰۵، ابن ابی شیبہ، ج: ۴، ص: ۱۴۰، ابن تیمیہ فرماتے

ہیں کہ اسکی سند جید ہے۔

[لَعْنَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالشَّرَاجَ] (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) ①

”رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو قبروں کی زیارت کرنے جاتی ہیں اور ان لوگوں پر بھی لعنت کی ہے جو وہاں عبادت گاہیں تعمیر کرتے ہیں اور وہاں چراغاں کرتے ہیں۔“

① صحیح بخاری میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ اس جگہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں جہاں قریب ہی قبر تھی۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: [الْقَبْرِ الْقَبْرِ] کہ بچو یہاں قبر ہے یعنی یہاں نماز نہ پڑھو۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فقرہ صاف طور پر واضح کر رہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں حدیث نبوی ﷺ کے مطابق یہ بات متفق علیہ تھی کہ قبروں کے پاس نماز پڑھنا ممنوع ہے اور حضرت انس کے وہاں نماز ادا کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ شاید قبر کی طرف ان کا دھیان ہی نہ ہو یا بھول گئے ہوں (مسند امام احمد میں ہے کہ [وَهُوَ لَا يَعْلَمُ أَنَّهُ قَبْرٌ] (کہ انہیں پتہ نہ تھا کہ وہاں قبر ہے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یاد دلانے پر انہیں پتہ چلا۔ اس لیے اس اثر سے جواز تلاش کرنا کج روی ہے۔

② حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدٌ إِلَّا الْمَقْبِرَةَ وَالْحَمَامُ] (مسند احمد)

① جامع ترمذی: کتاب ابواب الصلوة/ باب ما جاء فی کراهیة ان یتخذ علی القبر مسجداً، ج: ۲، ص: ۱۳۶ اور کہا ہے کہ اس کی سند حسن ہے علامہ احمد شاکر مصری فرماتے ہیں کہ کم از کم اس کی سند درجہ کی ہے اور پھر یہ حدیث اپنے شواہد کی بنا پر صحیح بخاری ہے اگرچہ اس سند کے اعتبار سے صحیح نہ بھی ہو۔ کتاب الجنائز باب ما جاء فی کراهیة زیارة القبور للنساء، ج: ۳، ص: ۳۷۱، رقم: ۱۰۵۶، عن ابی ہریرة و قال حدیث حسن صحیح۔ نسائی فی المجتبی: کتاب الجنائز، ص: ۹۵، عن ابن عباس، ابن ماجہ:

کتاب الجنائز، مسند احمد، ج: ۱، ص: ۲۲۹، ۲۸۷، ۳۲۷

”زمین ساری کی ساری مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔“

(امام ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

اور اس سے زیادہ صراحت اس حدیث میں موجود ہے جس میں آپ ﷺ نے قبر کی طرف نماز پڑھنے سے منع کر دیا یعنی نماز اور قبلہ کے درمیان قبر نہیں ہونی چاہیے۔

⑩ صحیح مسلم میں حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا]^①

”نہ قبروں پر بیٹھو اور نہ ان کی طرف (رخ کر کے) نماز پڑھو۔“

ایک مغالطے کا ازالہ

اس حدیث سے اس شخص کا قول باطل ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ آپ نے نجاست کی وجہ سے وہاں نماز ادا کرنے سے روکا ہے۔ کیونکہ یہ بات آنحضرت ﷺ کے مقصد سے مطابقت نہیں رکھتی اور یہ قول کئی اعتبار سے باطل ہے۔

① ایک وجہ تو یہ ہے کہ کسی حدیث میں نئی اور پرانی قبروں کا فرق نہیں جیسا کہ نجاست کی علت پیش کرنے والے کہتے ہیں۔

② حضرت رسول کریم ﷺ نے نجاست کی وجہ سے یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت نہیں کی بلکہ عبادت گاہ بنا لینے کی وجہ سے کی ہے کیونکہ انبیاء کرام کی قبریں دَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ ہیں اور پاکیزہ ہیں۔ وہاں نجاست کا امکان نہیں اور پھر اللہ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کھائے۔ لہذا وہ اپنی قبروں میں تروتازہ ہیں۔

① مسلم: کتاب الجنائز، ج: ۲، ص: ۶۶۸، رقم: ۹۸۰۹۷، ابو داؤد: کتاب الجنائز، ج: ۳، ص: ۵۵۴، رقم: ۳۲۲۹، ترمذی: کتاب الجنائز، ج: ۳، ص: ۳۶۷، نسائی فی المجتبیٰ: کتاب الجنائز، باب التشدید فی الجلوس علی القبور، ج: ۴، ص: ۹۵ اور

- ① اور آپ ﷺ نے ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے بھی منع کر دیا ہے۔
- ② اور آپ نے فرمایا کہ سوائے قبرستان اور حمام کے باقی ساری زمین مسجد ہے اگر حمام اور قبرستان میں نماز کی ممانعت بوجہ نجاست ہوتی تو مذبحہ خانوں کا ذکر ضرور ہوتا کیونکہ وہاں نجاست بہت زیادہ ہوتی ہے۔

③ مسجد نبویؐ مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ کر بنائی گئی تھی اور مٹی بھی تبدیل نہیں کی گئی بلکہ ہموار کی گئی اور وہاں نماز ادا کی گئی۔ چنانچہ صحیحین میں حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ بنو عمرو بن عوف کے ہاں چودہ راتیں ٹھہرے۔ پھر آپ نے بنو نجار کے سرداروں کو پیغام بھجوایا تو وہ ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر حاضر ہوئے۔ اب بھی وہ منظر میری آنکھوں میں آ رہا ہے کہ سید الانبیاء ﷺ سواری پر ہیں اور ابو بکرؓ پیچھے بیٹھے ہیں اور بنو نجار کا جم غفیر چاروں طرف سے رواں دواں ہے۔ جب آپ ابو ایوب انصاریؓ کی حویلی میں جلوہ افروز ہوئے اور آپ ﷺ کی یہ عادت مبارک تھی کہ جہاں بھی نماز کا وقت ہو جاتا وہیں ادا کر لیتے اس لیے آپ بکریوں کے باڑے میں نماز ادا کرتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے حکم کیا کہ مسجد بنائی جائے چنانچہ آپ نے اس مقصد کے لیے بنو نجار کو طلب کیا اور فرمایا۔

”مجھے یہ باغ قیمتاً دیدو تو انھوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم ہم تو اس کی قیمت اللہ سے وصول کریں گے۔“^①

اس حدیث سے میرا مدعا یہ ہے کہ اس نخلستان میں مشرکین کی قبریں بھی

① صحیح البخاری: کتاب الصلوٰۃ/ باب هل تنبش قبور مشرکی الجاہلیۃ، ج: ۱، ص: ۱۱۱، کتاب البیوع، باب صاحب السلعة احق بالسوم، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی و اصحابہ المدینۃ، ابو داؤد: کتاب الصلوٰۃ، نسائی: کتاب المساجد، ج: ۲، ص: ۳۹، ۴۰

تھیں اور کجگوریں بھی تھیں اور گڑھے بھی تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے کجگوریں کاٹی گئیں اور گڑھے پُر کیے گئے اور قبریں اکھاڑ دی گئیں کجگور کے نئے قبلہ کی طرف کھڑے کر دیے گئے اور مسجد کی دہلیز پتھروں سے بنائی گئی۔ چنانچہ صحابہ ﷺ انہی پتھروں کو اٹھاتے تھے اور گیت گاتے تھے۔

① قبروں کے پاس نماز ادا کرنے سے شرک اکبر میں جہلا ہونے کا جتنا اندیشہ ہے اتنا طلوع و غروب کے وقت عصر اور فجر کی نماز ادا کرنے سے نہیں۔ کیونکہ ان اوقات میں نماز ادا کرنے والے مسلمان کے دل میں آفتاب پرستوں کی مشابہت کا خیال نہیں ہوتا۔ پھر بھی آپ ﷺ نے محض اس لیے روک دیا کہ کہیں مشرکوں سے مشابہت نہ ہو جائے تو پھر کس لحاظ سے اس ذریعہ شرک کی اجازت ہو سکتی ہے جو انسان کو شرک اکبر اور مردوں سے استغاثہ جیسے کبیرہ گناہ میں گرفتار کر دے اور آدمی کو اس خیال میں جہلا کر دے کہ قبر کے پاس نماز ادا کرنا، مسجد میں ادا کرنے سے افضل ہے۔

بہر حال، قبروں کے پاس نماز ادا کرنا دین مصطفیٰ ﷺ سے صریحاً بغاوت ہے یہاں نجاست وغیرہ کی علت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہاں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس خدشے سے وہاں عبادت کرنے سے روکا کہ کہیں میری امت بھی قوم نوح کی طرح قبر پرستی میں جہلا نہ ہو جائے۔

② آپ نے وہاں مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے اگر نجاست کی وجہ ہوتی تو آپ وہاں مسجد بنانے والوں پر لعنت نہ کرتے کیونکہ وہاں مسجد پاک مٹی سے بنا کر لعنت کو ٹالا جاسکتا ہے لیکن ایسا کرنا قطعاً باطل ہے۔

③ آپ ﷺ نے قبروں پر مسجد بنانے والوں اور چراغاں کرنے والوں پر اکٹھی لعنت کی ہے اور ایسا کرنے والے دونوں ہی ملعون ہیں اور ارتکاب کبیرہ میں یکساں ہیں۔

اور جس کام پر اللہ کے رسول ﷺ لعنت کر دیں، وہ کبیرہ گناہ ہے تو ظاہر ہے کہ چراغاں کرنے والے پر اس لیے لعنت پڑی کہ وہ اپنے طور پر قبروں کی تعظیم کا سبب بن رہا ہے اور اسے ایسا آستانہ بنا رہا ہے جس کی طرف مشرک کشاں کشاں چلتے آئیں گے۔ اس طرح قبرستان یا آستانوں پر مسجد بنانا ان کی تعظیم ہی ہے اور مشرکین کی مشابہت ہے۔ اسی لیے اللہ نے اصحاب کہف کے سونے کی جگہ پر اطلاع پانے والوں کا قول بیان فرمایا:

﴿لَتَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾ (سورة الكهف: ۲۱) ①
 ”یعنی ان (گمراہ عیسائیوں) نے منصوبہ بنایا کہ اب ہم ان کی غار پر مسجد بنائیں گے۔“

① آپ ﷺ نے یہ دعا بھی مانگی کہ:

[اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَنَسًا يُعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَيَّ قَوْمِ
 اتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ] ②
 ”اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا کہ اس کی پوجا شروع ہو جائے۔ اس قوم

① امام ابن کثیرؒ نے امام ابن جریر کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس بارے میں دو قول ہیں ایک یہ کہ ایسا کہنے والے مسلمان تھے دوسرا قول یہ ہے کہ ایسا کہنے والے ان میں سے مشرک لوگ تھے لیکن بات ظاہر ہے کہ وہ صاحب اقتدار تھے لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ ان کا یہ پروگرام اچھا تھا یا بُرا؟ اس میں اختلاف ہے، کیونکہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ایسا کرنے والے کو ملعون قرار دیا ہے اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں حضرت وائیل کی قبر کو زمین کے ساتھ برابر کر کے لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا تھا جیسا کہ آگے آئے گا۔

② مالک (۱۷۲/۱) طبقات ابن سعد (۲/۲۴۰) عن عطاء بن يسار مرسلًا بسند صحيح ، مصنف عبد الرزاق (۱/۴۰۶) ابن ابی شیبہ (۳/۳۴۵) ع زید بن اسلم مرسلًا بسند صحيح ، مسند احمد (۲/۲۴۶) ، حمیدی (۱۰۲۵) ابو نعیم فی الحلیة (۶/۲۸۳) عن ابی هريرة بسند حسن۔

پر بڑا غضب ہوا جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔“
 آپ نے [اِسْتَدَّ عَضْبُ اللّٰهِ عَلٰی قَوْمٍ] کو خاص طور پر اس لیے بیان فرمایا کہ
 قبروں کو بتوں کی طرح پوجنے والا بھی پہلوں کی طرح لعنت کا مستحق بن جاتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ کے اندیشے اور مشرکین کی سینہ زوری

اس بحث کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص بھی شرک اور اس کے اسباب و ذرائع کی
 پہچان رکھتا ہے اور حضرت رسول مقبول ﷺ کے فرمودات کا مقصد مد نظر رکھتا ہے وہ
 لاحالہ جانتا ہے کہ قبروں پر مسجد تعمیر کرنے اور وہاں چراغاں کرنے والوں پر لعنت بھیجنے
 اور مسلمانوں کو سخت الفاظ میں ایسا کرنے سے منع کرنے کا صاف مقصد یہ ہے کہ شرک
 کی معنوی نجاست سے لوگوں کو ڈرایا جائے اور یہ کہ [لَا تَفْعَلُوا] اور [لَئِنِ اَنْهَآكُمُ]
 حسی نجاست کے متعلق نہیں بلکہ معنوی نجاست یعنی شرک کے متعلق ہے اور جو شخص اس
 فرمان کی پرواہ نہیں کرتا وہ شرک کی نجاست سے پلید ہوتا ہے اور اس چیز کا مرکب ہو جاتا ہے
 جس سے اللہ نے روکا ہے۔ نہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے اور نہ کلمہ توحید کے فکری پہلو کو سوچتا ہے۔
 آنحضرت ﷺ نے توحید کے کھلیان کو شرک کی چنگاری سے محفوظ رکھنے کے لیے
 اس طرح کے دیگر ارشادات بھی بیان فرمائے ہیں اور آپ ﷺ نے اس مسئلے میں اللہ
 کی خوشنودی کی خاطر، شرک کے خلاف سخت گیر موقف اختیار کیا کیونکہ آپ ﷺ لمحہ
 بھر کے لیے بھی کسی کو خدا کے اختیارات اور صفات میں برابر یا حصہ دار سمجھنا گوارا نہیں
 کرتے تھے۔

لیکن مشرکین کی سینہ زوری دیکھیے کہ انھوں نے اولیاء کی تعظیم کی آڑ میں اللہ
 تعالیٰ کے منع کردہ کاموں کو اپنایا اور اس کے حکم کی کھلم کھلا نافرمانی کی اور شیطان
 مردود کے دھوکے میں آ کر کہنے لگے کہ یہ اولیاء، مشائخ اور پیروں کی تعظیم ہے اور
 جس قدر ان کی تعظیم زیادہ ہوگی اتنا ہی ان کا قرب حاصل ہوگا اور ان کے

دشمنوں سے برأت ہوگی۔

خدائے ذوالجلال کی قسم! بالکل اسی طریقے سے یعوق، یغوث اور نسر کے پجاریوں میں شرک داخل ہوا اور قیامت تک اسی راستے سے داخل ہوتا رہے گا۔ ان مشرکین نے اصل راستے سے ہٹ کر دو چیزیں جمع کر لی ہیں ایک تو محبت میں اتنا غلو کہ انہیں کچھ سے کچھ بنا دیا اور دوسری چیز ان کی واضح ہدایات سے مکمل طور پر روگردانی اور صریح مخالفت۔

اہل توحید پر اللہ کا احسان

اہل توحید کو اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین کے راستے پر چلنے کی ہدایت دی۔ وہ بزرگوں کو اسی مقام پر رکھتے ہیں جو اللہ نے انہیں بخشا اور انہیں خدائی اختیارات اور صفات میں شریک نہیں سمجھتے۔ بزرگوں کے متعلق مشرکین کے نظریہ کی نفی کرنا اور انہیں خدا کے دربار میں سفارشی نہ سمجھنا ہی ان کی عین تعظیم ہے اور ان کی اطاعت بھی، اور مشرکین ان کی محبت کی آڑ میں ان کی نافرمانی بھی کرتے ہیں اور تعظیم کی آڑ میں توہین بھی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو مکروہ سمجھتا ہوں کہ کسی انسان کی اتنی تعظیم کی جائے کہ اس کی قبر کو مسجد بنا دیا جائے۔ کیونکہ اس طرح اس کے لیے بھی خطرہ ہے اور اس کے ماننے والوں کے لیے بھی سخت فتنے کا خطرہ ہے۔

حضرت امام اثرم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ناسخ الحدیث و منسوخہ میں لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز ادا کرنا اس لیے منع فرمایا گیا کہ یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی منشا بہت ہے۔ انہوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث:

[جُعِلَ لِي الْأَرْضُ كُلُّهَا مَسْجِدًا إِلَّا الْمَقْبَرَةُ وَالْحَمَامُ]^①

① سنن ابن ماجہ : کتاب المساجد والجماعات۔ ترمذی کتاب ابواب الصلوٰۃ ، یہ حدیث جو الیث کے حوالے سے مروی ہے یہ داد بن حمین کی حدیث سے زیادہ صحیح اور راجح ہے۔

”میرے لیے قبرستان اور حمام کے علاوہ تمام زمین عبادت گاہ بنا دی گئی ہے۔“

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت:

[أَنَّ النَّبِيَّ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ]^①

”آپ ﷺ نے قبرستان سمیت سات جگہوں میں نماز سے روکا ہے۔“

ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ قبرستان میں نماز، اس لیے مکروہ قرار دی گئی کہ اس میں یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت ہے کیونکہ انہوں نے اپنے انبیاء اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا۔

قبروں پر میلے اور عرس

ان تمام خرابیوں کے علاوہ ایک اور خرابی یہ بھی ہے کہ قبروں کو عید یا عرس کی جگہ بنا دیا جائے۔ عید کی تعریف یہ ہے کہ کسی خاص جگہ پر یا خاص وقت پر ارادتا آنا جانا۔ خاص وقت کی مثال یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

[يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ مِئِي عِيدِنَا أَهْلُ الْإِسْلَامِ]^②

”عرفات کا دن اور قربانی کا دن اور مئی کے ایام ہم اہل اسلام کی عید ہیں۔“

خاص جگہ کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا:

[يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَذَرْتُ أَنْ أَنْحَرَ إِبِلًا بَيْنَهُ فَقَالَ أَبْهَأْ وَتَنْ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ أَوْ عِيدٍ مِنْ أَعْيَادِهِمْ قَالَ لَا قَالَ أَوْفِ

① ترمذی۔ ابن ماجہ

② ابو داؤد: کتاب الصوم، ترمذی: کتاب الصوم، نسائی فی المجتبى: کتاب المناسك۔ یہ حدیث اپنے تمام طرق کی وجہ سے صحیح ہے۔

بِنَذْرِكَ ①

”اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے نذر مانی تھی کہ بوانہ کے مقام پر اونٹ قربان کروں گا۔ آپ نے فرمایا: ”وہاں مشرکوں کا کوئی بت تو نہیں تھا؟“ یا ان کے خاص دنوں میں سے کوئی خاص دن تو نہیں تھا؟“ اس نے کہا: ”نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنی نذر پوری کر لو۔“ آغضور ﷺ نے اپنی قبر کے متعلق یہ ارشاد فرمایا کہ

[لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عَيْدًا]

”میری قبر کو عید نہ بنانا۔“

عید کا لفظ ”معاودہ“ اور ”اعتیاد“ سے مشتق ہے۔ جب یہ لفظ کسی جگہ پر بولا جائے تو مراد وہ جگہ ہوتی ہے جس میں عبادت کی غرض سے اجتماع کیا جائے یا اس جگہ آنا جانا شروع کیا جائے جیسے مسجد حرام، منی، مردلفہ، عرفہ اور مشاعر اسلام جن کو اللہ نے مسلمانوں کی عید کا دن بنایا ہے۔ اور مکانی عیدوں کے بدلے کعبۃ اللہ، عرفات، منی اور مشعر الحرام کو عید بنایا۔

مشرکین عرب قبل از اسلام عرس منایا کرتے تھے

مشرکین عرب اسلام سے پہلے اپنے بزرگوں کے آستانوں پر عرس منایا کرتے

① اس مفہوم کی تین احادیث وارد ہوئی ہیں ایک تو ثابت بن ضحاک سے اور یہ صحیح ہے دیکھیے

تلخیص الحبیروہ: ۴/ ۱۸۰۔ اور دوسری عمرو بن شعیب بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے یہ ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ منقطع ہے اور تیسری میمونہ کے والد کردم بن سفیان سے مروی ہے کہ وہ کہتی ہیں: میں اپنے باپ کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کے لیے نکلی اور میں نے آپ کو دیکھا بھی تھا چنانچہ میرا باپ آپ کے قریب ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے لڑکا دیا تو میں بوانہ پر پچاس اونٹ ذبح کروں گا تو آپ نے فرمایا..... الخ۔ ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن ابی شیبہ، بغوی

تھے۔^① اس لیے اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے کائنات کے صلحاء اور بزرگوں کی قبروں سے بھی افضل قبر پر عرس منانے سے منع کر دیا تاکہ دوسری قبروں پر عرس منعقد کرنا بالاولیٰ منع ہو۔ سنن ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① [لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ]^②

”اپنے گھروں کو قبریں نہ بنانا اور میری قبر کو عید (میلہ یا عرس) نہ بنانا، مجھ پر درود پڑھنا کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے، خواہ تم کہیں بھی ہو اس روایت کی سند حسن ہے اور راوی ثقہ اور مشہور ہیں۔“

مشہور محدث حضرت ابو یعلیٰ موسلیٰ اپنی مسند میں بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابو بکر بن ابی شیبہ نے زید بن حباب سے انھوں نے جعفر بن ابراہیم سے اور انھوں نے علی بن حسین سے اور علی نے اپنے باپ حضرت امام سید زین العابدین علی بن حسین سے بیان کیا ہے کہ

انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو ایک گوشہ سے داخل ہو کر قبر کے پاس کھڑا ہو کر دعا مانگ رہا تھا تو آپ ﷺ نے اسے منع کیا اور کہا:

”کیا میں تجھے اپنے نانا کا ارشاد نہ سناؤں جو میں نے اپنے باپ حضرت سیدنا حسینؓ سے سنا ہے؟ وہ یہ کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

① جس طرح ہمارے ملک پاکستان میں خوش عقیدہ لوگ حج بیت اللہ سے پہلے یا بعد بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دیتے ہیں اسی طرح مشرکین عرب بھی بیت اللہ کے حج سے پہلے یا بعد اپنے معبودوں کے آستانوں پر حاضری دیتے تھے۔ [مختصر سیرت رسول، ص: ۳۱]

② ابو داؤد: کتاب المناسک، باب زیارة القبور، ج: ۲، ص: ۵۳۴، رقم: ۲۰۴۲، عن ابی ہریرہ۔ اس حدیث کی سند میں علی بن مستور کے علاوہ سب اہل بیت ہیں اور اسے ابن ابی شیبہ، ابو یعلیٰ، قاضی اسماعیل، امام احمد اور ابن ماجہ نے حسن سند سے روایت کیا ہے۔ دیکھیے

۱۶] لَا تَجْعَلُوا قَبْرِى عَيْدًا وَ لَا يُيُوتِكُمْ قُبُورًا فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ

يَبْلُغُنِي أَيْنَمَا كُنْتُمْ [(ق ۲/۳۲)

”میری قبر کو عید (یعنی میلہ یا عرس) نہ بنانا اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بنانا کیونکہ تم جہاں کہیں بھی مجھ پر درود سلام پڑھو گے وہ مجھے پہنچ جائے گا۔“ (لہذا محض سلام کی خاطر حاضر ہونے کی ضرورت نہیں)

حضرت امام سعید بن منصور اپنی کتاب سنن میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۷] لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِى عَيْدًا وَ لَا يُيُوتِكُمْ قُبُورًا وَ صَلُّوا عَلَيَّ حَيْثُمَا

كُنْتُمْ فَإِنَّ صَلَاتِكُمْ تَبْلُغُنِي]

”میری قبر کو عید ”جائے عرس“ نہ بنانا اور نہ اپنے گھروں کو قبریں بنانا اور تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھنا کیونکہ تمہارا درود مجھ کو پہنچے گا۔“ (بحوالہ مذکور)

۱۸] حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عبد العزیز بن محمد نے خبر دی کہ حضرت سہیل بن ابوسہیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کہ میں قبر کے پاس کھڑا تھا کہ سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے آواز دی۔ آپ ﷺ اس وقت حضرت فاطمہ الزہراء کے گھر کھانے میں مشغول تھے اور کہا کہ آؤ کھانا تناول کرو۔ میں نے کہا کہ مجھے کھانے کی طلب نہیں۔ پھر انھوں نے کہا کہ

یہ کیا معاملہ ہے جو میں تجھے قبر کے پاس دیکھ رہا تھا؟

میں نے جواب دیا:

کہ میں سرور عالم ﷺ پر سلام پڑھ رہا تھا۔

تو انھوں نے فرمایا:

جب تو مسجد میں بیٹھے تو سلام پڑھ۔ پھر فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

[لَا تَتَّخِذُوا بُيُوتِي عِيدًا وَلَا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ
وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَصَلُّوا عَلَيَّ
فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُمَا كُنْتُمْ مَا أَنْتُمْ وَمَنْ بِالْأَنْدَلُسِ إِلَّا
سَوَاءٌ]

”کہ میرے گھر کو عید نہ بنانا اور اپنے گھروں کو قبریں نہ بنانا۔ اللہ
یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو
عبادت گاہ، (چلہ کشی کی جگہ) بنا لیا اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تم جہاں کہیں
سے مجھ پر درود پڑھو گے وہ مجھے پہنچے گا۔ اس لحاظ سے تم اور اندلس والے
برابر ہو۔“

یہ دونوں حدیثیں مرسل ہیں اور مختلف سندوں سے مروی ہیں اور یہ سندیں اس
حدیث کے مستند ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور پھر ان لوگوں کے نزدیک تو واقعی حجت
قاطعہ ہیں جو مرسل کو تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن یہ حدیث تو متصل سند سے مرفوعاً بیان ہو چکی ہے۔

شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

اصل وجہ استدلال یہ ہے کہ جب سید الانبیاء کی قبر پر عرس کرنا منع ہے جو روئے
زمین پر سب سے افضل قبر ہے تو دوسری قبروں کی حیثیت اس کے مقابلے میں کیا ہے؟
جو ان پر عرس اور میلے منع کیے جائیں، خواہ وہ کسی کی بھی ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
ساتھ ہی فرمایا کہ: ”اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔“

اس کا مطلب یہ ہے کہ گھروں میں نوافل اور تلاوت قرآن اور دعا کرتے رہا
کر ورنہ وہ قبروں کی طرح بن جائیں گے کیوں کہ قبرستان میں نماز اور تلاوت جائز
نہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں نماز ادا کرنے سے روک دیا اور گھروں

میں نفل اور نماز کا حکم دیا اور یہ طرز عمل یہود و نصاریٰ کے خلاف ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اپنی قبر کو عید بنانے سے منع کر کے فرمایا:

[وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَّوْتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ مَا كُنْتُمْ]

”کہ مجھ پر درود پڑھو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا۔“

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تمہارا درود اور نزدیک ہونے میں کوئی فرق نہیں تمہارا بھیجا ہوا درود مجھ تک پہنچ ہی جائے گا۔ لہذا تمہیں اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ اسے عید بناؤ۔

ایک یہودیانہ تحریف پر تبصرہ

چند مدعیان علم نے اہل توحید کی ضد میں آ کر عیسائیوں کی طرح اس حدیث رسول ﷺ کو معتاد بدل ڈالا اور کہا:

کہ اس حدیث میں اس بات کا حکم ہے کہ آپ ﷺ کی قبر پر اکثر آنا جانا چاہیے اور یہاں اعتکاف بیٹھنا چاہیے اور عرس کی طرح سال بعد نہیں بلکہ یہاں تو آنے جانے کا زور رکھنا چاہیے۔

غور فرماؤ! ان کی مذکورہ بالا معنوی تعریف کس قدر مقاصد رسول ﷺ کے خلاف ہے اور رات کو دن ثابت کرنے کے مترادف ہے۔ اس سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس خوفناک انجام کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس کام سے روکا، انھوں نے بھونڈے انداز سے اسے جھٹلا دیا اور آپ کی طرف تدلیس اور تلیس کی نسبت کی..... ﴿ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴾

اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کا ارشاد رسول ﷺ..... [لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا]..... کو آپ ﷺ کی قبر پر کثرت سے جانے کے ثبوت میں پیش کرنا محض دجل و فریب ہے۔ اگر اس طرح کی تحریف توہین رسول ﷺ نہیں تو معلوم نہیں کہ توہین

رسول اور کیا ہوگی۔

انہوں نے اپنے دجل و فریب کو انصار الرسول ﷺ پر تھوپنے کی شرمناک کوشش کی اور خود معصوم بننا چاہا۔^①

یاد رکھو! شرک کے بعد، سب سے بڑا گناہ دین اسلام اور احکام رسول ﷺ کی لفظی یا معنی تحریف کرنا ہے اگر کوئی شخص آیات الہی اور احکام رسول کی خلاف ورزی کرے اور اپنے کیے پر نادم رہے وہ اتنا مجرم نہیں جتنا مجرم تحریف کا مرتکب ہے اور معصیت کرنے والے سے زیادہ عذاب اس شخص کو ہوگا جو گناہ کو نیکی باور کرائے گا اور آیات الہی اور احادیث رسول ﷺ کو غلط معنی پہنائے گا۔^② کیونکہ انبیاء و رسل کے ادیان کو اسی طریقہ سے بدلا گیا تھا۔

اگر اللہ نے اپنے دین کی نصرت کرنے والے بے لوث اور مخلص علماء کو اپنے دین کا دفاع کرنے کی توفیق نہ دی ہوتی تو یہ دین بھی دین فروشوں اور شکم پرستوں کے ہاتھوں مسخ ہو چکا ہوتا۔

اگر [لَا تَعْلَمُوا عَيْدًا] سے رسول اکرم ﷺ کا وہی مطلب ہوتا جو زلیخ و کجروی والوں نے لکھا ہے تو آپ ﷺ نے قبروں پر مسجد بنانے سے کیوں روکا؟ اور بنانے والوں پر کیوں لعنت کی؟

① ان کی اس روش پر عربوں کا عمارہ چسپاں ہوتا ہے:

يَا لِلْعَجَبِ زَمْتِي بَدَائِهَا وَأَنْسَلِكُ

”عجب ہے اس نے اپنی بیماری یا علت بد میری طرف منسوب کر دی اور خود کھسک گئی۔“

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق [مترجم]

② مثلاً ہجرت کے روز پھلی پلانے والے اگر اپنے فعل پر نادم رہتے اور اسے گناہ سمجھتے رہتے تو شاید وہ اس دنیا میں بندر اور خنزیر نہ بنتے لیکن جب انہوں نے دجل و فریب اور حیلہ سازی کر کے گناہ کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا اس لیے پیٹ کی خاطر قرآنی آیات اور احادیث کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے والے کو خوف خدا کرنا چاہیے۔ [سلفی]

جب آپ ﷺ نے اللہ کی عبادت کے لیے قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے تو آپ ﷺ وہاں اعتکاف بیٹھنے اور چلہ کشی کا حکم کیسے دے سکتے ہیں کہ لوگ وہاں تبرک کی غرض سے آتے جاتے رہیں اور سال بعد آنے کی روش ترک کر دیں۔

اگر آپ ﷺ کا یہی مقصد ہوتا تو آپ اللہ سے یہ التجا کیوں کرتے کہ: ”اے اللہ میری قبر کو آستانہ نہ بنانا کہ اس کی پرستش کی جائے۔“

اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھنے والی ہستی یہ کیوں کہتی کہ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ آپ ﷺ کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیا جائے گا تو آپ ﷺ کی قبر مبارک کو سرعام یا نمایاں بنایا جاتا اور آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنانا اور تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو۔“

اور یہ معنی جو شرک اور تحریف کے مرتکبین کی سمجھ میں آیا ہے یہ اہل بیت اور صحابہ کرام کی سمجھ میں کیوں نہ آیا۔

دیکھو! اہل بیت کے نامور فرزند سیدنا زین العابدین بن حسین بن امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ نے ایک آدمی کو قبر نبوی ﷺ کے پاس دعا مانگتے دیکھا تو اس کو فوراً روک دیا اور اپنے باپ سے سنی ہوئی حدیث پڑھی۔

غور کرو! کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کا مطلب آپ زیادہ سمجھتے تھے یا گمراہ مولوی ۱۲ اسی طرح حضرت زین العابدین کے چچا زاد بھائی سیدنا حسن بن سیدنا حسن نے بھی قبر نبوی پر حاضری کے قصد کو مکروہ گردانا ہے اور آپ قصداً حاضری کو احتیاذ عید ہی سمجھتے ہیں۔^①

① واضح رہے کہ زیارت قبر نبوی مکروہ نہیں بلکہ قصد یعنی شدہ حال مکروہ ہے۔ واضح رہے کہ حضرت امام صاحب نے حدیث رسول [لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ] کو صحیح اور برحق مانتے ہوئے حضرت سیدنا حسن بن حسن بن علی المرتضیٰ سے حاضری کے قصد کو مکروہ ثابت کیا ہے باقی رہا مسجد نبوی میں جا کر وہاں روضہ رسول ﷺ پر حاضری دینا تو اس کا

ہمارے استاد محترم امام ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غور کرو کہ اہل مدینہ اور اہل بیت عظام جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب نسب اور قرب مکان کی سعادت حاصل ہے وہ حدیث رسول کے الفاظ [لَا تَحْمِلُوا قَبْرِىْ عَيْدًا] کو کس معنی پر محمول کرتے ہیں اور یہ بعد والے کس معنی میں؟

اگر ان مصلین کے وجل و فریب میں ذرا بھر بھی صداقت ہوتی تو اہل بیت عظام اور اہل مدینہ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کے زیادہ مستحق تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بنا بریں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مفہوم انہوں نے سمجھا، وہی درست اور صحیح ہے۔

آستانوں پر حاضری کے دینی نقصانات

بزرگان دین کی قبروں پر عرس اور میلے منعقد کرنے کے خوفناک مفاسد کو اللہ ہی جانتا ہے اور ان خرابیوں کو دیکھ کر اسی شخص کے دل میں غیظ و غضب پیدا ہوتا ہے جو غیرت توحید اور عظمت الہی کی ہیبت سے معمور ہے۔

== ایمان افروز تذکرہ آپ کے قصیدہ نونیہ میں پڑھیے آپ نے وہاں اسے ثوب والا عمل ثابت کیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ جو طریقہ زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے بیان کیا ہے یہ اہل اسلام اور اہل ایمان کا طریقہ زیارت ہے وہ وہاں نہ تو سجدہ، طواف کر کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں اور نہ ہی وہاں جہلاء کی طرح بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں اس مبارک عمل کا اجر قیامت کو ضرور ملے گا اس وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی ہمیں کسی قسم کا الزام دے یا ہم پر بہتان لگائے تو اللہ ہی قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا ہم اس زیارت کے منکر نہیں ہیں بلکہ بدعات کے منکر ہیں اور ان سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں باقی رہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ [لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ] وہ ثابت شدہ نص ہے اسے تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں۔

[وَ لَكِنَّ مَا لَلْجُرْحِ بِمَيِّتٍ اِيْلَامٌ]^①

”جس طرح میت کو زخم کا احساس نہیں ہوتا اس طرح مشرکوں کو بھی شرک

جیسے کینسر کا احساس نہیں ہوتا۔“ اور وہ نقصانات یہ ہیں۔

ان کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا، ان کا طواف کرنا، اور بوسہ لینا، قبروں کو ہاتھ لگا کر چہروں پر ملنا، اصحاب قبور کی عبادت کرنا اور ان سے رزق مدد اور سلامتی کی دعا مانگنا، انہیں حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارنا اور وہاں وہ تمام کام کرنا جو بت پرست اپنے بتوں سے کرتے ہیں۔

① پورا شعر یوں ہے: وَمَنْ يَهْنُ يَسْهَلُ الْهَوَانُ عَلَيْهِ وَ لَكِنَّ مَا لَلْجُرْحِ بِمَيِّتٍ اِيْلَامٌ اور جو شخص ذلت و خواری کا خگر ہو جاتا ہے تو اس کو ذلت و خواری برداشت کرنا آسان ہوتا ہے۔ جس طرح کہ مذبح جانور کے اعضا کاٹے جاتے ہیں تو اسے تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ اس طرح شرک کے کوڑھ میں جھٹلا ہونے والے کو عزت نفس اور ایمان کے ضیاع کا ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا۔ اس بات کی تصدیق کے لیے روزنامہ ایکسپریس پاکستان مورخہ میں شائع شدہ اس تصویر کو دیکھیں جس میں ایک غالی مشرک اپنے ہاتھوں، پاؤں اور گلے میں سنگلیاں ڈالوا کر ایک نجس جانور کو شبیہ اختیار کر کے سیدنا عثمان بن علیؓ جویری المعروف داتا گنج بخش کے عرس پر جا رہا ہے۔



شائع شدہ تصویر روزنامہ ایکسپریس لاہور مورخہ 10 مارچ 2007ء

مزاروں پر حاضری کے وقت بیجا ریوں کا خشوع و خضوع

چنانچہ تم غالی قسم کے آستانہ پرستوں کو دیکھو گے کہ وہ عرس کے دن دور سے ہی سواریوں سے اتر پڑتے ہیں اور پیدل چل کر مزار یا آستانے پر حاضری دیتے ہیں اور اس کے سامنے پیشانیاں (ماتھے) ٹیکتے ہیں اور زمین کو بوسہ دیتے ہیں اور سروں کو برہنہ کرتے ہیں ان کی چیخ و پکار بلند ہوتی ہے اور غشی کی حد تک روتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے حاجیوں سے بھی بڑا ثواب کمالیا ہے، یہ ان سے مدد مانگتے ہیں جو نہ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ کسی کو زندہ کر سکتے ہیں۔ پھر وہ (درحقیقت) قبر والے سے باواز بلند فریاد کرتے ہیں اور قبر کے پاس دو رکعت نماز ادا کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے قبلہ رخ نماز ادا کرنے والوں سے زیادہ نفع کمایا ہے۔ چنانچہ تم انہیں دیکھو گے کہ قبر کے ارد گرد رکوع اور سجدہ کرتے ہیں اور میت سے رضا مندی اور فضل تلاش کرتے ہیں۔

درحقیقت انھوں نے اپنی ہتھیلیاں خسارے اور محرومی سے بھری ہوتی ہیں۔ غیر اللہ بلکہ شیطان کی خاطر قبروں پر آنسو بہائے ہوتی ہیں اور میت سے حاجت روائی اور مشکل کشائی اور آفات و مصائب سے سلامتی کی دعا کی ہوتی ہے پھر وہ قبر کے ارد گرد دو زانوں ہوتے ہیں اور اسے اس بیت المحرام کے ساتھ مشابہت دیتے ہیں جسے اللہ نے جہان والوں کے لیے مبارک اور ہدایت کا مینار بنایا ہے پھر وہ قبر کو ایسے ہی بوسہ دیتے ہیں جیسے حاجی حجرِ آسود کو بوسہ دیتے ہیں اور برکت کی خاطر اس کو ایسے ہی ہاتھ لگاتے ہیں جیسے رکنِ یرمائی کا استلام کیا جاتا ہے پھر وہ قبر پر پیشانی ٹکاتے ہیں اور رخسار رگڑتے ہیں اور ایسی گریہ زاری کرتے ہیں جو اللہ جانتا ہے کہ سجدوں میں اللہ کے آگے بھی نہیں کرتے۔

پھر حج قبر کے مناسک ادا کرنے کے بعد سر منڈاتے ہیں یا بال کٹاتے ہیں۔ آستانے سے اپنا حصہ وصول کرتے ہیں جبکہ اللہ کے ہاں ان کا کوئی حصہ نہیں۔

پھر وہ آستانے پر نذرانے دیتے ہیں اور جانور ذبح کرتے ہیں اور ان کی نمازیں

اور قربانیاں غیر اللہ کے لیے ہوتی ہیں پھر جب وہ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ ہمیں اور تمہیں اس کا اجر عطا فرمائے۔

جب وہ آستانے کی حاضری کے بعد واپس آتے ہیں تو کٹر غالی مشرک ان سے کہتے ہیں کہ اپنے اس حج قبر کا ثواب مجھے دے دے اور مجھ سے حج بیت اللہ کا ثواب لے لے تو وہ جواب دیتے ہیں۔ ہرگز نہیں! اگرچہ تم ہر سال کے حج بیت اللہ کا ثواب بھی دو۔ (العیاذ باللہ)

یہ جو ہم نے ان کی منظر کشی کی ہے، یہ مبالغے پر مبنی نہیں اور نہ ہی ہم نے ان کی مکمل ضلالتوں کا احاطہ کیا ہے کیونکہ ان کے افعال وہم و گمان سے بالا ہیں۔ قوم نوح کے بت پرستوں کی ابتداء ایسے ہی کاموں سے ہوئی تھی اور ہر ذی شعور اور عقل و دانش والا انسان جانتا ہے کہ اس خطرناک ذریعے کو بند کرنا بہت ضروری ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اسی وجہ سے شرک اکبر تک پہنچانے والے تمام کاموں سے روک دیا کیونکہ آپ ﷺ خوب جانتے تھے کہ قبروں پر مسجدیں تعمیر کرنے والے اور وہاں چراغاں کرنے والے، چلہ کاٹنے والے بالآخر شرک اکبر تک پہنچ جائیں گے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے ایسا کرنے والوں پر لعنت کی ہے اور ایسا کرنے سے روکا ہے بس خیر اور ہدایت آپ ﷺ کی اتباع میں ہے اور شر و ضلالت آپ ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت میں ہے۔

ایک بصیرت افروز تجزیہ

میں نے اس موضوع پر امام ابو الوفاء ابن عقیل کا شاندار تجزیہ دیکھا ہے جسے میں ان کے الفاظ میں ہی بیان کرتا ہوں:

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب جہلاء امت پر شریعت کے احکامات گراں گزرے تو انہوں نے ان پر عمل کی بجائے شخصیتوں کی خود ساختہ تعظیم شروع کر دی اور

یہ بات انہیں نہایت آسان معلوم ہوئی کیونکہ اس طرح انہیں کسی کی فرماں برداری نہیں کرنی پڑتی (آگے فرمایا) وہ میرے نزدیک ان خرافات کے مرتکب ہونے کی وجہ سے کافر ہیں۔

مثلاً بزرگوں کی قبروں کی ایسی تعظیم کرنا جس سے ہمارے پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے روکا ہے جیسے ان پر چراغاں کرنا، انہیں رنگ روغن کرنا اور بوسہ دینا، انہیں معطر کرنا اور ان کی زیارت کا پروگرام طے کر کے ان کی طرف سفر کرنا اور لات و عڑی کے پجاریوں کی تہلیل کرتے ہوئے وہاں کے درختوں پر (رنگ برنگے) کپڑے لٹکانا (علاوہ ازیں قبروں میں مدفون بزرگوں کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارنا اور درخواستیں لکھنا کہ میرے آقا مجھے فلاں کچھ بنا دو اور پھر وہاں سے تیر کا مٹی لینا۔

ان کے نزدیک یہ امر قابل افسوس ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کسی بزرگ کے آستانے کا بوسہ نہ لے اور بدھ کے روز مسجد کی پیٹ شدہ کچی اینٹوں کو مس نہ کرے اور جنازہ اٹھانے والے ”الصدیق ابو بکر“ اور ”محمد و علی“ نہ کہیں۔ اسی طرح یہ لوگ اسے بھی قابل مذمت سمجھتے ہیں جو اپنے باپ کی قبر کو پکانہ بنائے یا وہاں کپڑے نہ پھاڑے اور اس کی قبر پر عرق گلاب نہ بہائے۔ اتنی اور جب تم قبروں کے متعلق آنحضرت ﷺ کے ارشادات کا موازنہ آج کل کے مسلمان مشرکوں کے افعال سے کرو گے تو اسے ایک دوسرے کے صریح خلاف پاؤ گے۔ مثلاً

فرمان رسول اللہ ﷺ..... اور مسلمان مشرکوں کا رد عمل

① آپ ﷺ نے قبروں کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔

لیکن یہ قبروں کے پاس نمازیں پڑھتے ہیں۔

② آپ ﷺ نے قبروں کو عبادت گاہ بنانے سے روکا ہے۔

لیکن یہ وہاں مسجدیں تعمیر کرتے ہیں اور انہیں آستانہ عالیہ کے نام سے موسوم

کرتے ہیں اور خانہ خدا کی مشابہت کرتے ہیں۔

③ آپ ﷺ نے ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے

لیکن یہ وہاں چراغ روشن کرتے ہیں۔

④ آپ ﷺ نے انہیں عید بنانے سے منع کیا ہے۔

لیکن یہ وہاں عرس کرتے ہیں اور وہاں عید کی طرح بڑے اہتمام سے جاتے

ہیں۔

⑤ آپ ﷺ نے انہیں قبریں برابر کرنے کا حکم دیا تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت ابوالصباح اسدی سے فرمایا:

[أَلَا أْبَعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ أَنْ لَا تَدْعُ تَمَثَّلاً

إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ]^①

”میں تجھے اس کام پر نہ بھیجو جس پر مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا تھا کہ

بجستوں اور مورٹیوں کو مٹا دینا اور بلند قبروں کو زمین کے برابر کر دینا۔“

اسی طرح صحیح مسلم میں ثمام بن شقی سے مروی ہے کہ ہم فضالہ بن عبید اللہ کے

بمراہ روم کی سرزمین پر واقع شہر بردوس میں گئے۔ وہاں ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا تو

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے اس کی قبر برابر کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد انہوں نے فرمایا

کہ میں نے سید المرسلین ﷺ سے سنا تھا: ”وہ قبر برابر کرنے کا حکم دیتے تھے۔“

لیکن یہ لوگ ان دونوں حدیثوں کی مخالفت کرتے ہیں اور ڈٹ کر کرتے

ہیں انہیں گھر کی طرح زمین سے بلند کرتے ہیں اور ان پر قبے تعمیر کرتے ہیں۔

① مسلم: کتاب الجنائز باب الامر بتسوية القبر، ج: ۲، ص: ۶۶۶۔ اس کی دوسری سند

میں یہ الفاظ بھی ہیں: [وَلَا ضَوْزُةَ إِلَّا طَمَسْتَهُ] (کہ ان پر نی ہوئی، تصویروں کو مٹا دینا)

ابوداؤد: کتاب الجنائز، باب فی تسوية القبر، ج: ۳، ص: ۵۴۸، ترمذی: کتاب

الجنائز، باب ما جاء فی تسوية القبر، ج: ۳، ص: ۳۶۶، نسائی فی المجتبی: کتاب

الجنائز، ج: ۳، ص: ۸۸

حالانکہ آنحضرت ﷺ نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

[نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَجْصِيفِ الْقَبْرِ وَ

أَنْ يُقَعَّدَ عَلَيْهِ وَأَنْ يُسْنَى عَلَيْهِ]^①

”آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا کہ قبر پر کچی بنائی جائے یا اس پر بیٹھا جائے یا اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔“

لیکن یہ لوگ قبروں کو کچی اینٹوں سے بناتے ہیں اور چونا گچھ کرتے ہیں اور سنگ مرمر لگاتے ہیں۔ (بلکہ وہاں فیض روحانی حاصل کرنے کی غرض سے چلے کاٹتے ہیں)

① آپ ﷺ نے قبروں پر لکھنے سے منع فرمایا۔

لیکن یہ لوگ ان پر بورڈ بنا کر قرآن کی آیتیں لکھتے ہیں۔

بچی قبروں کے خلاف سلف صالحین کے فتوے

- خلیفہ راشد اور مشہور عادل حکمران امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قبر پختہ کرنے سے منع کیا اور وصیت کی کہ میری قبر کو پختہ نہ کیا جائے۔
- حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ جو مستجاب الدعوات بزرگ تھے، وصیت کی تھی کہ میری قبر پختہ نہ کرنا۔
- حضرت ابراہیم النخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبروں کو پختہ کرنا مکروہ سمجھتے تھے۔

① مسلم: کتاب الجنائز / باب فی تسوية القبر، ج: ۳، ص: ۵۴۸، ترمذی: کتاب الجنائز،

باب النهی عن تجصیف القبور والبناء علیہ، ج: ۲، ص: ۶۶۷، ترمذی: کتاب

الجنائز، باب ما جاء فی کراهیة تجصیف القبور والکتابة علیها، ج: ۳، ص: ۳۶۸، ابن

ماجہ: کتاب الجنائز، ج: ۱، ص: ۴۹۸، مسند احمد، ج: ۳، ص: ۳۲۲

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں فرمایا تھا کہ مجھ پر خیمہ نہ لگانا۔
○ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے بھی قبر پر خیمہ لگانے سے منع کر دیا تھا۔

ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ قبر پرستوں اور عرس بینوں اور وہاں چراغاں کرنے والوں اور وہاں مساجد اور قبے بنانے والوں نے صریحاً فرمان رسول ﷺ سے بغاوت کی ہے اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت سے انحراف کیا ہے اور قبروں پر مساجد تعمیر کرنا اور وہاں چراغاں کرنا کبیرہ گناہ اور جرم عظیم ہے فقہاء کرام اور اصحاب امام احمد نے ایسا کرنے کو صریحاً حرام لکھا ہے چنانچہ حضرت امام ابو محمد مقدسی فرماتے ہیں کہ اگر قبروں پر چراغاں کرنے کو جائز قرار دیا جائے اور کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے والے پر لعنت نہیں کی تو بھی ضیاع مال ہے اور قبروں کی ایسی تعظیم ہے جو شریعت میں جائز نہیں اور بتوں کی تعظیم کے مشابہ ہے اور وہاں مساجد تعمیر کرنا بھی ناجائز ہے کیونکہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

[لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ يُحَدِّرُ مَا صَنَعُوا] (متفق علیہ)

”اللہ یہودیوں اور عیسائیوں پر لعنت کرے۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ آپ ﷺ ان کے اس فعل سے ڈرا رہے تھے۔“

اور حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی قبر اس لیے سرعام نہیں بنائی گئی کہ کہیں وہ سجدہ گاہ نہ بن جائے کیونکہ قبروں کے پاس نماز ادا کرنا بھی ایسا ہی ہے جیسے (بزرگوں کی تصویروں) اور بتوں کے تقرب کی خاطر انہیں سجدہ کیا جائے اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بت پرستی کی ابتداء فوت شدہ بزرگوں کی تصویروں کی تعظیم اور ان کے پاس عبادت کرنے سے ہوئی تھی۔

مسلمان مشرکین کی خود سری کی انتہاء

اور اب معاملہ یہاں تک بگڑ چکا ہے کہ کٹر مشرکین نے قبروں کا حج بھی شروع کر دیا ہے اور اس کے لیے ایک کتاب بھی لکھ دی ہے جس کا نام ”مناسک حج الشاہد“ یعنی آستانوں کے حج کے آداب۔^①

ان لوگوں نے آستانوں کو بیت اللہ شریف کے مشابہ کر دیا ہے اور ان کا یہ فعل بلاشبہ دین اسلام سے بغاوت ہے اور انھیں بت پرستوں کے دین میں داخل کرتا ہے۔ قبروں کے متعلق حضرت رسول کریم ﷺ کے ارشادات کا موازنہ، مسلمان مشرکوں کے اعمال سے کیا جائے تو روز روشن کی طرح صاف معلوم ہو جائے گا کہ واقعی ان کے افعال اتنی بڑی خرابیوں کا منبع ہیں جو حد شمار سے باہر ہیں۔ مثلاً

- ① قبروں کی ایسی تعظیم جو شرک میں مبتلا کر دے۔
- ② انہیں جائے عرس یا عید بنانا۔
- ③ ان کی طرف بڑے اہتمام سے سفر کرنا۔
- ④ انہیں بت پرستوں کی طرح پوجنا۔
- ⑤ وہاں فیض روحانی کی خاطر اعتکاف بیٹھنا (یہ فیض روحانی انہیں مسجدوں میں نہیں ملتا)
- ⑥ ان کا مجاور بننا۔

اے کہ بر بیت المحرام بیداد کرو	اے کہ مسلم راجع ایہاد کرو
عرس را از حج گمراں پائی شرد	تاجق بطلا و شرپ ہم ببرد
حکمت این سادہ و آساں گزار	علقہ راداد مرکز صد ہزار

(مکاتب اقبال)

”اے (چالاک گدی نشیں) تو نے بیت اللہ شریف پر ظلم ڈھایا کیونکہ تو نے (حزاروں پر بیت اللہ کے حج کی طرح) مسلمان کے لیے حج (عرس) ایہاد کر لیا اور عرس کو حج بیت اللہ سے افضل اور اہم قرار دیا اور اس طرح سے تو نے بیت اللہ اور مدینہ منورہ کا حق غصب کر لیا اور اس آسان اور سادہ طریقہ سے تو نے مسلمانوں کو مرکزی روحانی اجتماع کو (چھوٹے چھوٹے سے) لاکھ مراکز میں تقسیم کر دیا۔

- ⑥ کعبہ اللہ کی مشابہت کرتے ہوئے ان پر پردے ڈالنا۔
- ⑧ وہاں کی عبادت کو بیت اللہ الحرام کی عبادت پر ترجیح دینا۔
- ⑨ آستانے کی صفائی کو مسجد کی صفائی سے افضل ماننا۔^①
- ⑩ اور جس رات آستانوں پر چراغ نہ جلے، وہ رات ان لوگوں کے نزدیک بڑی منحوس ہوتی ہے۔
- ⑪ اصحاب قبور اور عماروں کے لیے نذریں ماننا۔
- ⑫ مشرکوں کا یہ اعتقاد کہ انہیں پکارنے سے مظلوم کو مدد اور خوف زدہ کو پناہ ملتی ہے اور ان کے وسیلے اور واسطے سے مشکل حل ہوتی ہے اور ضرورت پوری ہوتی ہے نیز وہاں دعا مانگنے سے دشمنوں پر فتح ملتی ہے اور بلائیں جاتی اور بارش بھی برتی ہے۔
- ⑬ وہاں چراغاں کر کے اور مساجد تعمیر کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے اور برحق رسول کی لعنت کا مستحق بننا اور وہاں شرک اکبر کا انعقاد کرنا۔
- ⑭ قبروں میں مدفون نیک بزرگوں کو مشرکین کے شرک سے تکلیف پہنچانا۔

قبروں پر حج اکبر منعقد کرنا

آپ اس حقیقت پر غور کر کے حیران ہوں گے کہ اصحاب قبور کو خوش عقیدہ مشرکوں کے اعمال سے تکلیف پہنچتی ہے اور وہ ان کی خود ساختہ اور غیر شرعی حرکتوں سے نالاں ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام عیسائیوں کے طرز عمل سے ناراض ہیں اور اس طرح جن انبیاء اور اولیاء و مشائخ کی قبروں پر عرس اور میلے منعقد ہوتے ہیں اور اللہ کے ساتھ ساتھ ان سے بھی استمداد کی جاتی ہے وہ یقیناً اس سے دکھ اٹھاتے ہوں گے کیونکہ حشر والے دن وہ ان کی خوش عقیدہ غیر شرعی حرکتوں سے لاتعلقی

① پاکستانی اخبارات نے خبر شائع کی تھی کہ مشہور بلند قامت مشرک عالم چنا کو بیت اللہ میں صفائی کی خدمت کی پیش کش ہوئی لیکن اس نے شہباز قلندر کے خود ساختہ حزار کی صفائی اہم سمجھی اور اس کی خاطر بیت اللہ کو چھوڑ دیا۔ (البیاد اللہ)

کا اعلان کریں گے۔ قرآن حکیم میں ہے:

﴿ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ أَ أَنْتُمْ
أَضَلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَ. قَالُوا سُبْحَانَكَ
مَا كَانَ يَنْبِيئُ لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ. وَ لَكِنْ
مُنَعْتَهُمْ آهَاتُهُمْ حَتَّى نَسُوا الذِّكْرَ وَ كَانُوا قَوْمًا بُورًا ﴾ (مرقان: ۱۸، ۱۹)

” اور جس دن اللہ ذوالجلال ان کو اور ان کو جنہیں وہ خدا کے سوا پوجتے تھے، جمع کرے گا اور ان سے فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود گمراہ ہو گئے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے، خود ہمارے لیے جائز نہ تھا کہ تیرے سوا اوروں کو کارساز (حاجت روا) بنا لیتے لیکن تو نے ہی ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (باوجود شرک کے) نعمتیں دیں یہاں تک کہ وہ قرآن کی فصیحیت کو بھول گئے اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔“

اس سوال و جواب کو ذکر کرنے کے بعد، اللہ نے مشرکوں کو یوں خطاب کیا:

﴿ فَلَقَدْ كَذَّبُوا كُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَ لَا
نَصْرًا. وَ مَنْ يَظْلِمِ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴾

” تو انہوں نے تم کو تمہاری بات (تمہارے خود ساختہ عقیدے) میں جھٹلا دیا۔ بس اب تم (عذاب) کو نہ پھیر سکتے ہو اور نہ مدد لے سکتے ہو اور جو کوئی تم میں سے ظلم (شرک) کرے گا۔ ہم اس کو بہت بڑا عذاب چکھائیں گے۔“

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

﴿ وَ إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
اتَّخِذُونِي وَ أُمَّيَ الْهَيْبِينَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالِ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ

لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّيْ ﴿ (المائدہ: ۱۱۶)

اور (قیامت کے روز) جب اللہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو کہے گا کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بنا لو؟ تو عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے، اے اللہ تو پاک ہے۔ (بھلا) میں وہ بات کیوں کہہ سکتا ہوں جس کا مجھے حق نہیں ہے۔“

ملائکہ کرام کے متعلق فرمایا:

﴿ وَ يَوْمَ يَخْسِرُهُم جَمِيعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِهٰٓؤْلَآءِ اِيَّاكُمْ كَمَا تُوۡا يَفۡكِرُوْنَ ۝ لَّاۡلُوۡا سُبۡحٰنَكَ اَنْتَ وَّلِيۡنَا مِنْ دُوۡنِهِمْ ۙ كَمَا تُوۡا يَفۡكِرُوْنَ الْجِنُّ اَكۡثَرُهُمۡ بِهٖمۡ مُّؤۡمِنُوْنَ ۝ ﴾ (سبأ: ۴۱-۴۰)

”اور جس دن (اللہ) سب مخلوق کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا، کیا یہ لوگ تم کو پوجا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے ہمارا تو کار ساز تو ہی ہے نہ کہ یہ بلکہ یہ جنات کو پوجتے تھے اور اکثر ان ہی کو مانتے تھے۔“

○ قبروں کی مشرکانہ حد تک تعظیم کی یہ خرابی بھی ہے کہ انہیں عبادت گاہ بنانے اور وہاں چراغاں کرنے سے یہودیوں اور عیسائیوں کی مشابہت ہوتی ہے۔

○ اور پھر یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت اور ان کے طریقے سے بغاوت بھی ہے نیز انہیں ایذا اور تکلیف پہنچانے کے ساتھ ساتھ عظیم گناہ بھی ہے۔

○ اور پھر بڑی خرابی سنت کا بند ہونا اور بدعات کا جاری رہنا ہے اور ان قبروں کو اللہ کے محبوب گھروں (مساجد) پر ترجیح دینا ہے کیونکہ قبر پرست وہاں اتنے احرام اور تعظیم اور خشوع و خضوع اور رقت قلب و حضور قلب کا مظاہرہ کرتے ہیں جو مسجدوں میں نہیں کرتے اور آستانوں کے سامنے عاجزی کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں جو مسجد میں قطعاً نہیں کرتے اور ان کے ایسے عقائد و اعمال سے آستانے آباد ہوتے ہیں اور مسجدیں ویران ہوتی ہیں اور ایسا کرنے والے بالکل

دین رسول ﷺ کا الٹ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بائیس حضرات چونکہ علم اور دین سے کوسوں دور ہیں اس لیے انھوں نے دین سے دوری اور علم و ہدایت سے بعد کی وجہ سے آستانوں کو آباد کیا اور مساجد کو دیران کیا ہے۔

○ اور ان خرابیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہمارے ہادی سیدنا رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت اس لیے شروع کی تھی کہ آخرت یاد رہے اور میت کو نیکی پہنچے اور اس کے لیے رحمت کی دعا کی جائے اور اللہ سے ان کے لیے عافیت اور بخشش کا سوال کیا جائے۔ اس طریقے سے قبروں کی زیارت کرنے والا اپنے حق میں اور میت کے حق میں نیکی کرنے والا ہوتا ہے۔ لیکن گمراہ مشرکین نے اسکا الٹ کر لیا اور زیارت قبور کو شرک کا ذریعہ بنا لیا اور وہاں حاجت براری کی دعائیں شروع کر دیں اور نہیں دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لیے پکارنا شروع کر دیا۔ اس طرح اپنا بھی برا کیا اور میت کا بھی اور یہ ساری معصیت اور معصیت، سنت رسول ﷺ سے انحراف کا نتیجہ ہے کیونکہ رسول اللہ نے صرف ان کے لیے دعائے مغفرت اور دعائے بلند درجات کا حکم دیا تھا۔

جناب رسول کریم ﷺ کا طریقہ زیارت قبور

اب اس طریقہ زیارت کو ملاحظہ فرمائیں جو اللہ رب العزت نے اپنے پیارے رسول ﷺ کے ذریعے شروع فرمایا۔ پھر اس کا موازنہ، مشرکین کے طریقہ زیارت سے کریں جو شیطان نے ان کے لیے وضع کیا ہے پھر اپنے لیے طریقہ رسول پند کر لیں۔

① ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ ان کی باری کو جب کسی رات کے پچھلے پہر، جنت البقیع کی طرف جاتے تھے تو فرماتے:

[السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ وَآتَاكُمْ مَا تَوْعَدُونَ عَدَا

مُؤَجَّلُونَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَافْهَل
بَقِيَعِ الْفَرْقَدِ [●]

”گھروں والے مومنو! تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔ تمہارے پاس کل وہ حقیقت آئی جس کا تم وعدہ کیے گئے۔ باقی قیامت کو آئے گی اور ان شاء اللہ ہم تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔ اے اللہ نل بھیج کو صحابہ کدے۔“

② دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت جبرائیل آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ نل بھیج کے پاس جاؤ، اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول سے گزارش کی کہ میں وہاں جاؤں تو کیا کہوں۔ فرمایا کہو:

[اَلْسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَ تَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِيْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ] [●]

”اے ان گھروں میں رہنے والے مومنو اور مسلمانوں! تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے اور بعد میں جانے والوں پر رحم فرمائے ان شاء اللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔“

③ صحیح مسلم میں سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

[كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْرُجُوْنَ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمُقَابِرِ اَنْ

- مسلم: كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لاهلها ، ج: ۲، ص: ۶۶۹، كتاب الطهارة، ج: ۲، ص: ۲۱۸، ابو داؤد: كتاب الجنائز، باب ما قيل اذا زار القبور، ج: ۳، ص: ۵۵۸
- مسلم: ، كتاب الجنائز، بحوالہ مذکورہ بالا یہ دعا طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔

يَقُولُوا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَ
 إِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ نَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى لَكُمْ الْعَاقِبَةَ ۝
 ”آپ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھایا کرتے تھے کہ جب وہ قبرستان
 جائیں تو کہیں گھروں والے مومنو اور مسلمانوں! تم پر اللہ کی طرف سے
 سلامتی ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ سے اپنے
 لیے اور تمہارے لیے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔“

④ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:
 [كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَزُورَ فَلْيَزُرْ وَلَا
 تَقُولُوا هُجْرًا] ۝

”کہ میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکتا تھا۔ اب تم میں سے جو چاہے
 وہ زیارت کر سکتا ہے۔ لیکن وہاں بے فائدہ بات نہ کہنا۔“

اللہ کے آخری اور محبوب پیغمبر ﷺ نے پہلے لوگوں کو زیارت قبور سے روک دیا
 تھا تاکہ آستانوں کی پوجا کا دروازہ بند ہو۔

جب توحید الہی دلوں میں جڑ پکڑ گئی تو جائز طریقے پر زیارت کی اجازت دی اور
 غیر شرعی حرکات سے روک دیا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے
 طریقے کے خلاف زیارت کرے، وہ منع ہے اور قبر کے پاس حاجت روائی اور مشکل
 کشائی کی درخواست کرنا بہت بڑا جرم ہے اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے منع فرمایا

① مسلم: کتاب الجنائز، ج: ۲، ص: ۶۷۱، سنن دارمی: کتاب المقدمۃ، باب فی
 وفات النبی، ج: ۱، ص: ۳۶، لیکن اس میں لفظ یہ ہیں: «السلام یا اهل المقابر»
 مسند احمد، ج: ۳، ص: ۴۸۹۔

② مسلم: کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ﷺ رہ عزوجل فی زیارة قبر امہ،
 ج: ۲، ص: ۶۷۲، ابو داؤد: کتاب الجنائز، باب فی زیارة القبور، ج: ۳، ص: ۵۵۸،

مذہب: کتاب الحناک، باب ما جاء فی الرخصة فی زیارة القبور، ج: ۳، ص: ۲۷۰

ہے اور وہاں فعلی اور قولی شرک سے بوجرم اور کونسا ہو سکتا ہے!؟
 ⑤ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے فرمایا:

[رُؤِرُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تَذَكِّرُ الْمَوْتِ] (مسلم)

”قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تمہیں موت یاد دلاتی ہیں۔“

⑥ امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت ہے کہ سید الکونین ﷺ نے فرمایا:

[إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُؤِرُوهَا فَإِنَّهَا تَذَكِّرُ الْآخِرَةَ] (مسند احمد)

”میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا۔ اب کیا کرو کیونکہ وہ آخرت یاد دلاتی ہے۔“

یہی روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے لیکن اس میں [فانہا تزهد فی الدنيا] کے الفاظ آئے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں زاہد بناتی ہے اور مسند امام احمد رضی اللہ عنہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہی روایت ہے لیکن آخری الفاظ یہ ہیں:

[فَرُؤِرُوهَا فَإِنَّ فِيهَا عِبْرَةً]

”ان کی زیارت کرو کیونکہ اس میں عبرت ہے۔“

یہ ہے وہ زیارت، جو اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے اپنی امت کے لیے جائز رکھی اور اس کی تعلیم دی۔

غور و فکر کا مقام

اس طریقہ رسول ﷺ میں بھلا کوئی ایسی چیز ہے جو مشرکوں اور بدعتیوں نے اپنا رکھی ہے کیا یہ کج بات نہیں کہ انہوں نے مکمل طور پر شریعت رسول کا الٹ کر رکھا ہے۔

کیا خوب فراموشیہ الرسول کے امام حضرت مالک بن انس نے کہ:

[لَنْ يُصْلِحَ آخِرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوْلَهَا]

”اس امت کے بگاڑ کی اصلاح کا وہی طریقہ کار گرہوگا جو پہلوں نے اپنایا۔“
یعنی باقی طریقے تو شجرہ خبیثہ کو جڑ سے سے اکھاڑنے کی بجائے شاخیں کاٹنے کے مترادف ہیں حالانکہ جب تک جڑ سے نہ اکھاڑا جائے، وہ پھیلتا ہی رہے گا اور جب استوں کا اپنے نبیوں کے طریقوں سے تمسک کمزور ہوا اور ان کے ایمان میں کمزوری آئی تو انہوں نے اپنے طور پر بدعات اور شرک کو فروغ دینا شروع کر دیا۔

اسلاف کرام کی احتیاط

اب ذرا خیر القرون کے بزرگوں کی احتیاط ملاحظہ فرمائیے کہ انہوں نے کس طرح توحید کو شرک سے خالص رکھا اور شرک کی شبہت سے بھی نفرت کرتے ہوئے سنت کی بجا آوری میں بھی احتیاط برتی۔

۱۔ جب کوئی ان میں اللہ کے رسول ﷺ پر سلام پڑھنے کے بعد دعا کا ارادہ کرتا تو اپنا منہ کعبہ شریف کی طرف کر لیتا اور قبر انور کی دیوار کی طرف پیٹھ کر لیتا۔ پھر دعا مانگتا۔^①

۲۔ حضرت سلمہ بن وردان فرماتے ہیں کہ میں نے خادم رسول ﷺ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کو دیکھا وہ اللہ کے محبوب پیغمبر پر سلام بھیج کر قبر کی دیوار کی طرف پیٹھ کر کے دعا مانگتے۔

۳۔ اور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد) نے فتویٰ

① شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ اپنی کتاب ”القتضاء الصراط المستقیم“ ص: ۱۱۰ میں فرماتے ہیں کہ امام احمد اور امام مالک بن انس کے اصحاب مذہب کا فتویٰ ہے کہ جب کوئی حضرت رسول کریم ﷺ پر سلام پڑھے اور اس کے علاوہ کوئی جائز چیز پڑھنا چاہے اور اس کے بعد وہ دعا مانگنا چاہے تو وہ اپنا رخ قبلہ کی طرف کرے اور حجرہ

دیا ہے کہ آدمی دعا کے وقت قبلہ رخ ہو اور قبر کے پاس دعا نہ مانگے کیونکہ دعا عبادت ہے چنانچہ ترمذی شریف میں حسن سند سے مروی ہے:

[الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ] ●

ہمارے اسلاف کرامؑ نے عبادت کو صرف اللہ کے لیے خاص رکھا اور قبروں کے پاس وہی کچھ کیا جس کی اللہ کے رسول ﷺ نے تعلیم دی کہ قبر والوں کے لیے استغفار کیا جائے اور ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعا کی جائے کیونکہ فوت شدگان کے اعمال (سوائے صدقہ جاریہ کے) منقطع ہو گئے اور اب وہ زندہ لوگوں کی دعا کے محتاج ہو گئے جو ان کے لیے اللہ سے بخشش کی سفارش کریں۔

۱۔ اسی لیے فوت شدہ پر وہ دعائیں وجوہاً اور استجاباً شروع ہیں جو زندوں کے لیے نہیں۔ چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاءؑ نے ایک

جنازہ پر دعا پڑھی جو میں نے حفظ کر لی۔ وہ یہ ہے۔

[اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاعْفِ عَنْهُ وَاسْكُرْهُ نُزُلَةً وَ
وَسِعَ مَدْخَلُهُ وَأَغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالنَّعْنَاعِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا
كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ
دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ
الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ] ●

”اے میرے اللہ! اس کو بخش دے اور اس پر رحمت فرما، اسے سلامتی میں رکھ اور اس سے درگزر فرما اور اس کی مہمانی اچھی کر اور اس کی قبر کو فراخ

● جامع ترمذی: کتاب تفسیر القرآن، باب تفسیر سورہ (۲) ص: ۲۱۱ وقال هذا

حدیث حسن صحیح، ابن ماجہ: کتاب الدعاء، باب فضل الدعاء، ج: ۲،

ص: ۱۲۵۸، مسند احمد، ج: ۴، ص: ۲۶۷

● مسلم: کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت فی الصلوٰۃ، ج: ۲، ص: ۶۶۲،

۶۶۳، ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی الدعائی الصلوٰۃ علی

الحد: ۱۱۱ - ۱۱۰ - ۱۰۹

کردے اور اسے پانی، برف اور اولوں سے دھو دے اور اسے گناہوں سے اس طرح پاک اور صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے تونے پاک کیا اور اسے دنیاوی گھر سے بہتر گھر عطا فرما اور اسے جنت میں داخل فرما اور اس کو عذاب قبر اور آگ کے عذاب سے بچا۔“

صحابی رسول ﷺ فرماتے ہیں، مجھے اس وقت خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہ میرا جنازہ ہوتا۔

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز جنازہ میں یہ پڑھتے سنا۔

[اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَ اَنْتَ خَلَقْتَهَا وَ اَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلاِسْلَامِ وَ اَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَ عَلَانِيَتِهَا جِنَانًا شَفَعَا فَاغْفِرْ لَهَا]^①

”اے اللہ! تو اس کا رب ہے اور تو نے ہی اسے پیدا کیا اور تو نے اسے اسلام کی طرف ہدایت دی اور تو نے اس کی روح قبض کی اور تو اس کے ظاہر اور باطن کو جانتا ہے ہم سفارش کے لیے حاضر ہیں۔ اسے معاف فرما۔“

۳۔ سنن ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

[اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَيَّ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلِصُوْا لَهَا الدُّعَا]^②

”جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو دل کی گہرائیوں سے دعا کرو۔“

۴۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

[مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي مِنْ الْمُسْلِمِيْنَ يَتْلُوْنَ مِائَةَ كَلِمَةٍ كُتِبَتْ]

① مسند احمد، ج: ۲، ص: ۲۵۶، ۲۵۷

② ابو داؤد: کتاب الجنائز، باب الدعاء للميت، ج: ۳، ص: ۵۳۸

يَسْفَعُونَ لَهُ إِلَّا شَفَعُوا فِيهِ ①

”جب کسی میت پر سو مسلمان جنازہ پڑھیں اور اس کے حق میں سفارش کریں تو ان کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔“

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس مسلمان میت پر چالیس توحید پرست مسلمان جنازہ پڑھیں تو اللہ ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔ ②
یہ ہے مقصد، میت پر نماز جنازہ پڑھنے کا کہ اس کے لیے دعا و استغفار کی جائے اور اس کی بخشش کی سفارش کی جائے۔

اور وہ جب قبر میں چلا جاتا ہے تو دعاؤں کا اور زیادہ محتاج ہو جاتا ہے کیوں کہ اب وہ سوال و جواب کا سامنا کرنے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ میت دفن کرنے کے بعد قبر پر کھڑے ہو جاتے اور فرماتے:

[سَلُّوْا لَهُ التَّيْبِيَّتْ فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ] ③

”اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو، اب اس سے سوال کیا جائے گا۔“

ان صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ میت دفن کے بعد دعا کی محتاج زیادہ ہوتی ہے۔ جب ہم اس کی نماز جنازہ پڑھیں تو اس کے لیے دعا کریں نہ کہ اس کے وسیلے سے اپنے لیے مانگیں۔

ہمیں یہ حکم ہے کہ اللہ کے حضور اسکے لیے سفارش کریں۔ نہ کہ اس کو اپنا سفارشی بنائیں۔

① مسلم: کتاب الجنائز، باب من صلی علیہ مائة شفعا فیہ ، ابن ماجہ: کتاب

الجنائز، ج: ۱، ص: ۴۷۷، نسائی: کتاب الجنائز، باب فضل من صلی علیہ مائة

② مسلم: کتاب الجنائز، ج: ۲، ص: ۶۵۵، ابو داؤد: کتاب الجنائز، ج: ۳،

ص: ۵۱۷

③ ابو داؤد: کتاب الجنائز ، ج: ۳، ص: ۵۵۰، مستدرک حاکم، ج: ۱،

ص: ۳۷۰، وقال صحیح

مسلمان مشرکین کا افسوس ناک طرز عمل

اہل شرک و بدعت نے اس معاملے میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کے حکم کو یکسر پس پشت ڈال کر میت سے اپنے لیے دعا مانگنی شروع کر دی اور اس کے لیے سفارش طلب کرنے لگے۔

اور زیارت قبور کے اس مقصد کو جو رسول اللہ ﷺ نے میت کے حق میں نیکی اور آخرت کی یاد دہانی کے لیے شروع فرمایا، اسے میت سے حاجت روائی اور مشکل کشائی میں بدل ڈالا اور اللہ کو اس کے نام کی قسم دینی شروع کر دی۔

اور اس کی قبر کو عبادت گاہ بنا لیا اور اس کے سامنے اپنے لیے دعا کے وقت ایسے خشوع اور خضوع اور حضور قلب کا مظاہرہ کیا جو سحری کے وقت مسجدوں میں اللہ کے سامنے انہیں کبھی نصیب نہیں ہوا۔

اگر فوت شدہ بزرگوں کو پکارنا اور ان کے وسیلے سے دعا کرنا یا ان کی قبروں کے پاس اپنے لیے دعا مانگنا درست اور جائز ہوتا تو اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ صحابہ کرامؓ، تابعین عظامؓ اس سے پیچھے رہ جاتے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس امت کے افضل انسان جن کو سید المرسلین ﷺ کی زبان اطہر سے خیر القرون ہونے کا سرٹیفکیٹ ملا ہو۔ وہ ایسے عمل سے غافل رہے ہوں اور بعد والوں کو اس کا علم ہوا ہو (اللہ کے بند وہ کام کیوں کرتے ہو جس کا حکم نہیں ہے اور وہ بات کیوں کہتے ہو جس کا اذن نہیں ہے۔)

یہ ہے وہ طریقہ جسے آنحضرت ﷺ نے ۲۳ سال تک اختیار کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

اور یہی خلفاء راشدینؓ اور تمام صحابہ کرامؓ کی سنت ہے اور تابعین عظامؓ کا طریقہ ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

آستانہ پرستوں کو چیلنج

کیا روئے زمین پر بسنے والا کوئی انسان کسی صحیح یا حسن یا ضعیف یا منقطع سند سے ثابت کر سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ یا تابعین عظامؓ میں سے کسی کو حاجت پڑتی تھی تو وہ آستانوں پر جاتے ہوں اور وہاں دعا کرتے ہوں یا بوسہ لیتے ہوں۔ چہ جائیکہ وہ وہاں نماز پڑھیں یا ان کے واسطے وسیلے سے مانگتے ہوں۔ اگر کوئی ایسا قول یا فعل ہے تو دکھاؤ بلکہ حرف بھی ہے تو بتاؤ؟

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعد والوں کے اقوال دکھا سکیں کیونکہ جوں جوں خیر القرون کا سنہری دور گزرتا گیا، ایسی خرافات بکثرت ہونے لگیں حتیٰ کہ اس مسئلے پر کئی کتابیں لکھ ماری گئیں جن میں نہ حضرت رسول کریم ﷺ سے کوئی ثبوت ہے نہ خلفاء راشدین اور نہ صحابہ کرامؓ سے۔ بلکہ ان سے تو اس کے خلاف بہت سے دلائل ہیں جو ہم بیان کر چکے ہیں۔ باقی رہے صحابہ کرامؓ کے اقوال، تو وہ بے شمار ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ (بھول کر) قبر کے قریب نماز پڑھ رہے تھے تو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (یعنی یہاں قبر ہے، یہاں نماز نہ پڑھو)

حضرت دانیال علیہ السلام کی قبر کو لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کرنا

امام المغازی محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ اپنے مغازی میں زیادات یونس بن کبیر کے سلسلے میں حضرت خالد بن دینار سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں ابو العالیہ نے بیان کیا کہ جب ہم نے تستر کو فتح کیا تو ہرمزان کے خزانے میں ایک چار پائی ملی جس پر ایک فوت شدہ بزرگ کی نقش تھی اور اس کے سر کے پاس مصحف تھا تو ہم نے وہ مصحف سیدنا عمر بن خطابؓ کے حوالے کیا۔ انھوں نے کعب بن احبار رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس کا عربی میں ترجمہ کروایا تو میں پہلا آدمی تھا جس نے اسے قرآن کی طرح پڑھا۔ میں نے ابو

العالیہ سے پوچھا کہ اس میں کیا لکھا تھا انھوں نے کہا تمہارے کردار، تمہارے کام اور کلام کے لہجے اور جو کچھ ہونے والا ہے۔ میں نے پوچھا کہ تم نے اس نقش سے کیا معاملہ کیا؟

اس نے کہا کہ:

ہم نے دن کو تیرہ قبریں بنائیں اور رات کو کسی ایک میں دفن کر دیا اور سب قبروں کو برابر کر دیا تاکہ وہ قبر لوگوں پر پوشیدہ رہے اور وہ اسے اکھاڑ نہ سکیں۔

میں نے پوچھا: ”وہ ان سے کیا امید رکھتے تھے؟“

اس نے بتایا کہ جب انہیں خشک سالی ہوتی تو اس نقش کو باہر نکالتے تو ان پر بارش برتی۔

میں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟

انھوں نے بتایا کہ اس کا نام دانیال تھا

میں نے پوچھا، تمہارے خیال میں وہ کب فوت ہوا تھا؟

اس نے کہا: تین صد سال پہلے۔

میں نے پوچھا، بھلا اس کی لاش میں کچھ تغیر تھا؟

اس نے بتایا کہ چونکہ انبیاء کے گوشت زمین پر حرام ہیں انھیں مٹی نہیں کھاتی اور

نہ ہی انھیں درندے کھاتے ہیں۔ اس لیے اس کی نقش میں سے صرف چند گدی کے

بال سفید تھے۔^①

مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم نے اس نقش کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ اس بنا پر کیا کہ

لوگ اسے دعا اور تبرک کی جگہ نہ بنالیں۔

اگر بعد والے مشرک وہاں ہوتے اور انہیں پتہ چل جاتا تو تلواریں لیکر ٹوٹ

پڑتے اور مِنْ دُونَ اللّٰهِ اس کی پوجا شروع کر دیتے۔ (جیسا کہ انھوں نے اس سے

کہیں کم تر اور ادنیٰ درجہ کی شخصیتوں کے آستانوں کی پوجا شروع کر رکھی ہے) اور

① دیکھیے کتاب الاموال لابی عبید، ص: ۳۴۳، تاریخ طبرانی، ج: ۳، ص: ۲۲۰،

فتوح البلدان للبلاذری، ص: ۳۷۱ اور تحذیر الساجد، ص: ۷۲، ۷۳

وہاں پر ایک قبہ بنا دیتے۔ اور اسے مسجد سے بڑا عبادت خانہ بنا لیتے۔

قابل غور حقیقت

اگر قبروں کے پاس (اپنے لیے) دعا مانگنا اور وہاں نماز پڑھنا یا وہاں فیض روحانی حاصل کرنا سنت یا باعث فضیلت ہوتا تو مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم اس قبر پر جھنڈا گاڑ دیتے اور وہاں اپنے لیے دعا کرتے اور اپنے سے پیچھے آنے والوں کے لیے ایک طریقہ جاری کر دیتے لیکن وہ پچھلوں کی نسبت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کو زیادہ جاننے والے تھے اور نیکی میں ان کی اتباع کرنے والے تھے۔ یہی حال تابعین کرامؓ کا تھا کہ وہ بھی انہی کی راہ پر چلتے رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کے پاس مختلف شہروں میں، کثرت سے اصحاب رسولؐ کی قبریں تھیں لیکن نہ تو انہوں نے صاحب قبر سے استغاثہ کیا، نہ اسے پکارا، نہ اس کے وسیلے سے دعا کی اور نہ وہاں بیٹھ کر اپنے لیے دعا مانگی اور نہ ہی اس کے وسیلے سے شفاء مانگی اور نہ ہی بارش طلب کی اور نہ ہی اس کے ذریعے سے مدد مانگی اور ظاہر ہے اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو محدثین کرامؓ اور فقہائے عظامؓ اسے اپنی کتابوں میں درج فرماتے۔

ذرا سوچئے تو سہی

۱۔ ایک تو یہ ہے کہ قبر کے پاس دعا مانگنا یا اس کے وسیلے سے مانگنا دوسری جگہوں سے افضل ہے یا نہیں؟

⊗ اگر افضل ہے تو پھر یہ عمل صحابہ کرامؓ سے کیسے مخفی رہا؟

⊗ اور تابعینؓ لہم باحسان اور ائمہ دینؓ نے اس پر عمل کیوں نہ کیا؟

⊗ کیا نعوذ باللہ خیر القرون والے خوش نصیب اس فضل عظیم سے جاہل رہے اور

برے جانشینوں نے اسے ڈھونڈ لیا؟

کیونکہ ایسا تو ہونہیں سکتا کہ انہیں علم ہو لیکن وہ عمل نہ کریں کیونکہ وہ نیکیوں کے حریص تھے۔ ایک اور بات قابل غور ہے کہ مجبور اور لاچار انسان، ہر قسم کے اسباب تلاش کرتا ہے اگرچہ مکروہ بھی ہوں۔ تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ دعاؤں کی قبولیت کے سلسلے میں لاچار بھی ہوں اور اس گمراہ کو جانتے بھی ہوں کہ قبروں کے پاس دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، لیکن پھر بھی وہاں نہ جائیں؟ یہ بات طبعاً بھی ناممکن ہے اور شرعاً بھی۔ (اگر ایسا نہیں ہے)

۲۔ تو دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہاں نہ تو اپنے لیے دعا مانگنا افضل ہے اور نہ ہی کوئی ایسی خصوصی اجازت ہے بلکہ وہاں دعا مانگنا گذشتہ خرابیوں کا ذریعہ ہے جو شروع کتاب میں بیان ہو چکی ہیں۔

اور وہاں اپنے لیے دعا مانگنے کو جائز اور افضل جاننا ایسا فعل ہے جس کی شرع میں اجازت نہیں اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اسے جائز رکھا ہے اور نہ ہی اس کے حق میں کوئی دلیل نازل کی ہے بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس سے کم تر افعال سے بھی روک دیا ہے کہ کہیں رفتہ رفتہ یہ کام دین میں شامل نہ ہو جائیں۔

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دوراندیشی

حضرت معرور بن سوید سے روایت ہے کہ انھوں نے مکہ جاتے ہوئے راستہ میں، امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ جس میں آپ نے سورہ فیل اور سورہ قریش پڑھی۔ پھر دیکھا کہ لوگ ایک راستے پر جا رہے ہیں تو پوچھا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں، آپ کو بتایا گیا کہ یہ لوگ اللہ کی ایک ایسی مسجد کی طرف جا رہے ہیں جہاں سرور عالم ﷺ نے نماز ادا کی تھی تاکہ یہ بھی وہاں نماز پڑھیں۔ یہ سن کر امیر المومنین نے فرمایا:

”تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے نبیوں کے آثار کا کھوج لگاتے اور وہاں گرجے اور عبادت خانے بنا لیتے۔ تم قصداً ایسی مساجد کا سفر نہ کرو۔

ہاں اگر تم کسی وجہ سے وہاں موجود ہو اور نماز کا وقت آجائے تو پھر وہاں نماز ادا کرو ورنہ گزر جاؤ (اور جہاں نماز کا وقت ہو جائے، وہاں پڑھ لو۔) ①

اس طرح سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو بھی کٹوا دیا تھا جس کے نیچے بیعت رضوان ہوئی تھی ② (تاکہ بعد والے لوگ اسے بت کی طرح پوجنا شروع نہ کر دیں)

اسلمہ لٹکانے کی غرض سے درخت مخصوص کرنے والوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اسلمہ اور سامان لٹکانے کے لیے ایک درخت کو خاص کرنے کا سوال کیا تھا تو آپ بہت ناراض ہوئے۔

اس واقعہ کی تفصیل بخاری شریف میں یوں ہے کہ:

”حضرت ابو واقد لیسعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جنگ حنین سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے اور اس وقت ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔

اور مشرکین نے اپنے ہتھیار اور سامان لٹکانے کے لیے ایک بیری کا درخت مخصوص کر رکھا تھا جسے وہ ذات انواط کہتے تھے، ان کی دیکھا دیکھی ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کر بیٹھے کہ آپ ہمارے لیے بھی ان کی طرح ذات انواط مخصوص کر دیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

[اَللّٰهُ اَكْبَرُ هَذَا كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ اجْعَلْ لَنَا الْهَاتَا كَمَا لَهُمُ الْهَاتَا قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ لَتَرْكَبُنَّ شُنُنَ مَنْ سَكَانَ قَبْلَكُمْ] ①

① ابن ابی شیبہ، ج: ۲، ص: ۱۸۴ اس کی سند صحیح ہے۔

② امام ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسے ابن ابی شیبہ نے، ج: ۳، ص: ۷۳ میں بیان کیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں لیکن یہ منقطع ہے اور حضرت نافع رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان حضرت عبد اللہ بن عمر کا واسطہ ہو۔ تحذیر المساجد، ص: ۱۳۷ میں اس پر ان کا استدراک موجدین کے لیے قابل دید ہے۔

① مسند احمد، ج: ۲، ص: ۳۲۷، ۴۵۰، ۵۲۷، ج: ۳، ص: ۸۴، ۸۹، ۹۴

”یہ تو ایسا ہی ہوا جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہمارے لیے بھی اللہ بنا دے جیسا کہ ان کے لیے الہ ہے، فرمایا تم جاہل قوم ہو۔ تم ضرور گذشتہ قوموں کے طریقے اپناؤ گے۔“

جب اسلحہ لٹکانے اور اس کے ارد گرد بیٹھنے کے لیے درخت مخصوص کرنا، خدا کے ساتھ معبود ٹھہرانے کے مترادف ہو گیا تو قبر کے ارد گرد طواف کرنے اور وہاں اعتکاف بیٹھنے اور اس کے وسیلے سے مانگنے کے متعلق کیا خیال ہے؟ حالانکہ وہ نہ اس درخت کی عبادت کرتے تھے نہ اس سے سوال کرتے تھے۔ کاش کہ اہل شرک و بدعت اس بات کا اندازہ لگا سکتے کہ قبر کا فتنہ درخت کے فتنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

امام الکریمؑ کے مدرسہ فکر سے تعلق رکھنے والے کسی عالم کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! اللہ تم پر رحمت فرمائے۔ جب تم کسی بیری یا درخت کو دیکھو کہ لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں اور وہاں شفاء طلب کرتے یا وہاں توالی کرتے ہیں تو اس کو کاٹ دو کیونکہ وہ ذات النواط ہے۔ اگر کوئی دین اسلام کا سچا درد رکھنے والا، قرآن و حدیث کو بھی دیکھے اور آج کے مشرکین کے طرز عمل کو دیکھے تو جان لے گا کہ اس مذہب کے اسلاف کرام اور ان کے بڑے جانشینوں کے درمیان مشرق اور مغرب سے زیادہ فاصلہ ہے یعنی خیر القرون کے لوگوں کی راہ اور ہے اور ان کی راہ اور۔

وَ سَارَتْ مَشْرِقَةً وَ سَارَتْ مَغْرِبًا
 شَتَانٌ بَيْنَ مَشْرِقٍ وَ مَغْرِبٍ ①
 بخدا اب تو معاملہ پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ہو گیا ہے۔

① ترجمہ= ”میں کس طرح اپنی محبوبہ کو مل سکتا ہوں جب کہ وہ مشرق کو چلی گئی اور میں اسے مغرب میں تلاش کرتا رہا۔ اندازہ لگاؤ کہ مشرق مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔“

دین کے بگاڑ پر اسلاف کرام کی برہمی

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ غصے کی حالت میں گھر داخل ہوئے ام درداء نے وجہ پوچھی۔ انہوں نے کہا میں لوگوں میں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دین نہیں دیکھ رہا۔ ہاں اتنا ہے کہ وہ سب مل کر نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ، اپنی کتاب مؤطا میں اپنے چچا ابو سہیل سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ مالک نے فرمایا:

”میں لوگوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والے اعمال نہیں دیکھتا۔ البتہ نماز کی اذان ان کی طرح پڑھتے ہیں۔“

حضرت امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دمشق میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے۔ میں نے وجہ پوچھی تو بولے کہ دین کے امور میں سوائے نماز کے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی اور افسوس کہ وہ بھی ضائع ہو رہی ہے۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو کچھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دیکھتا رہا، آج اسے بدلا ہوا دیکھ رہا ہوں۔

(سید الاصفیاء) حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے اگر آج حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے تو ہمارے طور طریقوں پر ناراض ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غصے ہوئے اور فرمایا:

”جن چیزوں پر تم عمل کر رہے ہو وہ ان میں کس کے متعلق شناسا ہیں؟“

حضرت مبارک بن فضالہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ جمعہ کے بعد رو رہے تھے جب ان سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمانے لگے، تم مجھے رونے پر ملامت کرتے ہو اگر مہاجرین رضی اللہ عنہم میں سے کوئی یہاں آ کر جھانک لے

تو وہ رسول اللہ ﷺ کے دین کی کوئی چیز نہ دیکھے الا یہ کہ قبلہ وہی ہے۔ اسی عظیم فتنے کے متعلق حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب تمہیں ایک ایسا فتنہ (بدعت) ڈھانپ لے گا جس میں جوان بوڑھا ہو جائے گا اور بچہ جوان ہو جائے گا۔ وہ فتنہ (بدعت) لوگوں میں رواج پکڑ جائے گا اور لوگ اسے سنت سمجھیں گے اور جب اسے بدلا جائے گا تو شور و غل ہو گا کہ سنت تبدیل کی جا رہی ہے۔^①

یعنی لوگ بدعات کو دین میں شمار کرنے لگ جائیں گے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا مندرجہ بالا فرمان اس بات کی دلیل ہے کہ جب عمل سنت کے خلاف ہو جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی وہ قابل توجہ ہے کیونکہ خلاف سنت اعمال کا آغاز حضرت انس اور ابو درداءؓ کے دور سے ہی شروع ہو چکا تھا۔

ابو العباس احمد بن یحییٰ، محمد عبیدؓ سے اور وہ عبد اللہ بن اسحاقؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن حسن ہاشمیؓ، اکثر امام ربیعہؓ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن وہ سنتوں کا تذکرہ کر رہے تھے تو مجلس میں کسی نے کہہ دیا اس پر عمل نہیں ہے تو حضرت سیدنا عبد اللہ بن حسنؓ نے فرمایا:

”تمہارا کیا خیال ہے اگر جاہلوں کی کثرت ہو جائے اور وہ حاکم بن جائیں تو وہ سنت رسول ﷺ پر حجت ہوں گے؟ یعنی ان کی بات وحی بن جائے گی؟ اس پر امام ربیعہؓ نے فرمایا:

”میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے بیٹوں کا کلام ہے۔“^②

① آج کے دور میں برصغیر میں اذان سے قبل خود ساختہ درود گایا جاتا ہے اور عرس، ختم، تہنا، ساتا، چالیسواں جیسی ہندو نذر رسوم کو قرآن سے ثابت کیا جا رہا اور لوگ انہیں کارِ ثواب پاستت سمجھ رہے ہیں۔ اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو کہتے ہیں یہ سنت کا منکر ہے۔

② اصل کتاب میں آگے چند صفحات پر انصاف اور اِزلام کی تشریح کی گئی ہے اور اس میں تقریباً وہی باتیں دہرائی گئی ہیں جو گزشتہ صفحات میں ہو چکی ہیں اس لیے ہم نے انہیں یہاں ٹرانسلیٹ نہیں کیا۔

غیور موحدین کو مشرکین کے طعنے

ابلیس لعین کا ایک طریقہ واردات یہ بھی ہے کہ وہ مشرکوں سے ایک بہت بڑا آستانہ بنواتا ہے اور لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں پھر اسے پوجا جانے والا بت بنا دیتا ہے پھر اپنے ساتھیوں (آستانے کے پجاریوں) کی طرف وحی کرتا ہے کہ ”جو کوئی مسلمان، اس کی پرستش سے روکتا ہے اور یہاں عرس منعقد کرنے کی مخالفت کرتا ہے وہ اس بزرگ کا گستاخ ہے اور اس کا حق تعظیم غصب کرتا ہے“ پھر مشرکین اس کے درپے آزار ہو جاتے ہیں اور اسے کافر کہنے لگتے ہیں اور اس کے قتل کی تدبیریں کرتے ہیں۔

مشرکوں کے نزدیک، اس کا گناہ یہی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے احکام کی تبلیغ کرتا ہے اور ان کی منع کردہ چیزوں سے روکتا ہے کہ قبر کو بت کی طرح نہ پوجو، اور اس پر عرس نہ لگاؤ، یہاں نہ چراغ جلاؤ اور نہ اس جگہ مسجدیں تعمیر کرو۔ اسے چونا گچ کرو نہ یہاں قبے بناؤ۔ نہ اس کا استسلام کرو نہ اسے بوسہ دو۔ نہ اسے پکارو نہ اس کے وسیلے سے دعا مانگو اور یہاں فریاد رسی اور مشکل کشائی کی دھائیاں نہ دو۔

..... کیونکہ قرآن و حدیث کا سرسری مطالعہ کرنے والا مسلمان بھی جانتا ہے کہ مشرکین کے طور طریقے اس مقصد کا الٹ ہیں جس کے لیے اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو مبعوث کیا۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد صرف یہی تھا کہ عبادات صرف اللہ کے لیے خالص رکھی جائیں اور اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید الہی سے والہانہ محبت رکھنے والا درد مند مسلمان جب مشرکانہ عقائد اور اعمال کی تردید کرتا ہے تو مشرکین غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ان کے دلوں میں آگ بھڑکتی ہے اور وہ الزام لگاتے ہیں کہ:

اس نے عالی مقام بزرگوں کی توہین کی ہے، یہ بزرگوں کا منکر ہے۔ (جاہلوں

نے تو یہ بات کہنی ہی تھی) کیونکہ شرک ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکا ہے۔ (البتہ افسوس تو ان علماء پر ہے جو منبر و محراب کے وارث ہو کر بھی جاہلوں کی جہالت کے حق میں دلائل دیتے ہیں) اور توحید الہی کی تبلیغ کرنے والوں سے عداوت رکھتے ہیں اور ان پر کئی طرح کے بہتان لگاتے ہیں اور لوگوں کو ان سے متنفر کرنے کی غرض سے کہتے ہیں کہ: ”ان کے قریب نہ بیٹھنا، ان کی بات نہ سننا“

اور مشرکوں سے محبت کی پیٹنکیں بڑھاتے ہیں (محض اس لیے کہ وہ ان کا دوزخ (پیٹ) بھرتے رہتے ہیں) اور سمجھتے ہیں کہ ہم اللہ کے ولی اور اس کے رسول ﷺ کے عاشق اور دین کے مددگار ہیں۔ جب کہ اللہ رب العزت، ان کے زعم کا رد کرتا ہے اور فرماتا ہے:

”یہ ولی نہیں ہیں بلکہ اللہ کے ولی صرف اور صرف اسکے فرمانبردار ہیں جو شریعت کے مرتبہ کو پہچانتے ہیں اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں اور وہ لوگ اللہ کے ولی کیسے ہو سکتے ہیں جو لوگوں کو سنت رسول ﷺ سے روکتے ہیں (اور محمدی سلسلے کے مقابلے میں دوسرے سلسلوں کو ترجیح دیتے ہیں) اور کئی تلاش کرتے ہیں اور دین داری کا بہروپ دھارتے ہیں (حقیقت میں دنیاوی منصب و مال کے حریص ہیں)

اور زبانی کلامی دین داری کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نیکی کر رہے ہیں۔

داعیانِ توحید و سنت کی تسکین و تسلی

اے سالکانِ صراطِ مستقیم یعنی انبیاء و رسل اور صدیقین و شہداء کے راستہ

پر چلنے والو!

یہ نہ سمجھنا کہ قبروں کو بت یا آستانہ بنانے اور وہاں عبادت گاہ بنانے سے روکنا

گستاخی ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ وہاں مساجد تعمیر کرنے سے روکنا اور ان پر چراغ جلانے سے منع کرنا اور ان کی طرف تبرک کی غرض سے سفر کرنے کی مخالفت کرنا بے ادبی ہے اور یہ بات کبھی ذہن میں نہ لانا کہ ان کے نام پر نذر و نیاز دینے سے روکنا اور وہاں پیشانی رگڑنے سے منع کرنا ان کی توہین ہے گو مشرکین اسے بے ادبی اور گستاخی ہی سمجھیں۔

بلکہ مشرکانہ افعال سے روکنا، بزرگوں کی عین تعظیم اور ان کا اکرام و احترام ہے اور ان کے پسندیدہ عقائد و اعمال کی پیروی ان کی نفرت کردہ بدعات و سنتات سے بچنا ہے۔ واللہ! تم ان کے سچے عقیدت مند اور دوست ہو اور ان کے راستے پر چلنے والے ہو۔

بزرگان دین کے نادان پجاری ان کے حقیقی دشمن ہیں

اصل میں بزرگان دین کے بدترین دشمن ان کے یہی نادان دوست اور پجاری ہیں جو ان کی سیدھی راہ سے نفرت کرتے ہیں اور ان کی پوجا پاٹ پر دل و جان سے فدا ہیں اور ان کے بتائے ہوئے راستے سے کوسوں دور ہیں مثلاً:

⊗ عیسائیوں کو دیکھو، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے دشمن ہیں۔ البتہ ان کی

تصویر کو گرجوں میں پوجتے ہیں

⊗ یہودیوں کو دیکھو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات بات پر کیڑے نکالتے ہیں اور ان

کے نام پر فخر کرتے ہیں۔

⊗ رافضیوں کو دیکھو، وہ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نام دن رات جپتے ہیں

اور ان کی تعلیمات کے دشمن ہیں۔

بالفرض اگر آج یہ بزرگ دنیا میں آجائیں، اپنے پیروؤں کو اس کام سے روکیں

اور توحید و سنت پر چلنے کی تلقین کریں تو یہ لوگ انہیں بزرگوں کا گستاخ قرار دے کر

تلواروں سے ان پر حملہ کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ مشرکوں کے مقابلہ میں اہل

توحید، بزرگوں کے اصل حقدار ہیں کیونکہ مومن مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے

کے والی اور وارث ہیں اور منافق مرد اور عورتیں باہم دوست اور تعلق دار ہیں۔^①

یقین جاپے کہ جن لوگوں کے دلوں میں بدعات سے پیار پیدا ہو جاتا ہے وہ سنت رسول ﷺ کے دشمن بن جاتے ہیں اگر آپ چشم دید مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو آستانوں کے گرد مسکف حضرات کو دیکھیں۔ یہ لوگ، قبروں میں مدفون بزرگوں کی ہدایات اور طریقے سے منہ موڑ کر اور ان کے ارشادات اور دعوت کو بھلا کر، ان کی قبروں سے مشغول ہیں۔

..... حالانکہ انبیاء اور نیک بزرگوں کی محبت اور تعظیم اس بات میں ہے کہ ان کی قبروں پر عبادت کرنے اور وہاں عرس کرنے کی بجائے، ان کی تعلیمات پر عمل کیا جائے اور ان کی سیرت کی پیروی کی جائے اور اس راستے پر چلا جائے جس پر وہ چلتے رہے (نہ کہ ان کے نام پر جدید سلسلے گھڑے جائیں کہ یہ قادری ہے، یہ رفاہی ہے)

..... کیونکہ جو آج ان کے نقش قدم پر چلے گا اور لوگوں کو انکی خالص تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے گا، وہ اس عمل کی وجہ سے قیامت کے دن بزرگوں کے لیے کثرت اجرت کا سبب بنے گا (اور بزرگوں کے درجات بلند ہوں گے)

..... اور جو شخص ان کی سچی تعلیم سے سرد مہری کرے گا اور اس کے الٹ چلے گا وہ خود بھی ثواب سے محروم رہے گا اور بزرگوں کو بھی محروم رکھے گا بتاؤ اس میں ان کی تعظیم کہاں رہی اور احترام کہا گیا؟

اکثر لوگ اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی پسندیدہ اور مشروع سنتوں کے مقابلے میں خود ساختہ بدعات پر اس لیے عمل پیرا ہیں کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ

① جس طرح کہ مشرکین مکہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جانشین سمجھتے اور ان کی عقیدت کا دم بھرتے تھے تو اللہ نے فرمایا تم مشرکین کا حضرت ابراہیم خلیل الرحمن سے کیا تعلق، اس کے حق دار تو یہ نبی اور مومن ہیں۔

کی فرض کی ہوئی عبادات کو یا تو کھلی طور پر ترک کر رکھا ہے یا جزوی طور۔ اگرچہ وہ ظاہری صورت پر عمل پیرا ہیں مگر حقیقت کھو چکے ہیں ورنہ جو شخص نماز کے پاکیزہ کلمات کے معنی و مفہوم پر غور کرے اور عمل صالح پر مشتمل حقائق کو جانتے ہوئے توجہ سے اسے ادا کرے تو وہ نماز، اسے شرک سے روکے گی اور جو کوئی اس حقیقت میں کمی کرے اس کے عقیدے اور عمل میں شرک اور بدعت کا عنصر داخل ہو جائے گا۔^①

اور جو شخص حضور قلب سے کلام اللہ کو سنے گا اور اس کے مفہوم پر غور کرے گا، وہ شیطانی گیت اور توالی وغیرہ سے نفرت کرے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں تلاوت قرآن اور نماز سے روکتی ہیں اور دل میں نفاق پیدا کرتی ہیں۔ اس طرح جو شخص کتاب اللہ اور کلام رسول ﷺ پر دل و جان سے فدا ہے اور کتاب و سنت سے نور حاصل کرتا ہے وہ گمراہ صوفیوں کے بے ہودہ اقوال اور طہدوں اور جدت پسندوں کے خود ساختہ نظریات اور فلاسفہ کے تخیلات سے نفرت کرے گا اور ان کے خیالات اور خرافات کو ان کے منہ پر دے مارے گا اور جو شخص جتنا ہی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو پس پشت ڈالے گا وہ اتنا ہی گمراہی میں مبتلا ہوگا اور اس چیز میں پھنس جائے گا جو اس کے لیے قطعاً مفید نہیں ہے۔

اور اس طرح جس شخص کے دل میں اللہ کی محبت ہوگی اور ذکر الہی سے اسے سکون ملے گا اور وہ خشیت الہی اور توکل علی اللہ سے معمور ہوگا وہ غیر کی محبت اور

① مثلاً سورۃ فاتحہ اور تشمہ کے کلمات پر غور کرنے والا کس طرح شرک کرے گا جو اپنی زبانی اقرار کرتا ہے: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں اور تشہد میں یہ کلمات پڑھتا ہے [التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ] ” اے اللہ ہر قسم کی قلبی عبادات (مثلاً دعا، وظائف، حاجت روائی اور مشکل کشائی کی دعائیاں) اور بدنی عبادات (مثلاً نماز، روزہ، حج، طواف وغیرہ) اور مالی عبادات مثلاً زکوٰۃ صدقات، نیازیں وغیرہ (صرف تیرے ہی لائق ہیں۔ [مترجم])

تصویروں کے عشق سے بے نیاز ہوگا۔

اور جب کوئی انسان محبت الہی سے خالی ہوگا اور ذکر و تلاوت سے منہ موڑے گا، وہ اپنی خواہشات کا بندہ بن جائے گا اور اپنی پسند کردہ چیز کو اپنا مالک اور معبود بنا لے گا۔ (خلاصہ یہ ہے) کہ توحید سے چڑنے والا مشرک ہے خواہ مانے یا نہ مانے اور سنت رسول ﷺ سے پر خاش رکھنے والا بدعتی ہے، مانے یا نہ مانے اور یاد الہی اور اللہ کی محبت سے خالی انسان، مورتوں کا بندہ ہے اقرار کرے، خواہ انکار کرے۔

واللہ المستعان و علیہ التکلان و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم

آستانوں کی پرستش کا اصل سبب

اگر سوال کیا جائے کہ قبر پرستوں کو کس چیز نے اس ضلالت میں پھانسا ہے؟ حالانکہ ان میں مدفون بزرگ، نہ نفع کے مالک ہیں نہ نقصان کے اور نہ موت اور زندگی کے اور نہ جی اٹھنے کے؟

تو جواب یہ ہے کہ انہیں بہت سی چیزوں نے گمراہ کر رکھا ہے مثلاً:

1] اس حقیقت سے بے خبری کہ اللہ نے اپنے رسولوں کو شرک اور اس کے اسباب مٹانے کے لیے مبعوث فرمایا اور توحید الہی کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے بھیجا۔

مشرکین کا حصہ اس حقیقت میں بہت کم ہے اور شیطان رجیم نے جب انہیں دعوت دی تو ان کے پاس اس کی دعوت کو رد کرنے کے لیے علم نہیں تھا تو انہوں نے اپنی جہالت کے مطابق اس کی باتوں کو قبول کر لیا اور صرف اتنا ہی بچ سکے، جتنا ان کے پاس علم تھا۔

2] دوسرا سبب وہ جھوٹی روایات ہیں جو علماء سوء نے بت پرستوں کی تقلید میں از خود گھڑ لیں اور ان کی نسبت حضرت رسول کریم ﷺ کی طرف کردی تاکہ اس

طرح رسول اللہ ﷺ کے دین تو حید کو ناکام کر دیں مثلاً

[إِذَا أَعْتَيْتَكُمْ الْأُمُورَ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُورِ]^①

”جب تمہیں مشکل درپیش ہو تو اصحابِ قبور کے پاس جایا کرو۔“

[لَوْ أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ ظَنَّهُ بِحَجَرٍ نَفَعَهُ]^②

”اگر کوئی پتھر پر بھی یقین کرے تو وہ اسے نفع دے گا۔“

اس طرح کی اور بھی بہت سی جھوٹی روایات ہیں جو مشرکین نے اللہ کے پسندیدہ دین کو ناکام کرنے کے لیے گھڑی ہیں اور جاہلوں نے انہیں سچ خیال کیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو اس لیے بھیجا ہے کہ پتھروں پر یقین کرنے والوں کو ہلاک کیا جائے اور لوگوں کو قبروں کی پوجا سے روکا جائے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

تیسرا سبب وہ حکایات ہیں جو آستانوں کے گدی نشینوں اور وہاں مفت میں پلنے والے سانڈوں (ملنگوں) نے پھیلائی ہیں کہ فلاں آدمی کو مشکل پیش آئی تو اس نے فلاں بزرگ کے آستانے پر مدد طلب کی تو اس کی خلاصی ہو گئی اور فلاں شخص نے اس کے وسیلے سے دعا کی تو وہ پوری ہوئی۔ علیٰ ہذا القیاس۔ ان مجاوروں اور گدی نشینوں کے پاس اس جیسی بے شمار جھوٹی حکایات ہیں جو حد شمار سے باہر ہیں۔

اور یہ لوگ، زندہ انسانوں اور فوت شدہ بزرگوں کے متعلق جھوٹ بولنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ جب کبھی سنتے ہیں کہ فلاں قبر تریاق ہے تو حاجات پوری کرانے اور مشکلات حل کرانے کے لیے کشاں کشاں چلتے ہیں۔

① یہ روایت موضوع ہے دیکھیے: موسوعۃ الاحادیث الموضوعۃ۔ امام ابن تیمیہ نے بھی مجموعۃ الفتاویٰ میں اس کا رد ذکر کیا ہے۔

② حوالہ مذکور

شیطان لعین کی ہوشربا تدبیر

انسان کا ازلی دشمن ابلیس لعین، کمال درجے کی مکاری سے انسان کو قبر کے پاس دعا مانگنے کی دعوت دیتا ہے تو بندہ وہاں عاجزی اور انکساری سے دعا مانگتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبر کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے قبول کرتا ہے کہ وہ گڑگڑا کر تہہ دل سے مانگ رہا ہے۔ اگر وہ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ کو میکدے یا حمام یا بازار میں بھی پکارے تو وہ ضرور دعا قبول کرے گا مگر جاہل آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی دعا کی قبولیت میں قبر کی تاثیر کو بڑا دخل ہے۔

حالانکہ اللہ اَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، لاچار اور مضطر آدمی کی دعا ضرور قبول کرتا ہے اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿كُلًّا نُمِدُّ هَوْلًا ۖ وَ هَوْلًا ۖ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَ مَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۲۰)

”اور ہم ہر ایک کی فریاد رسی کرتے ہیں، ان کی بھی اور ان کی بھی، تیرے رب کی عطا اور تیرے رب کا فضل کسی پر بند نہیں۔“
اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمن نے دعا مانگی تھی۔

﴿وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الشَّمْرَاتِ مَنْ أَمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ﴾
”اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے جو ان میں اللہ اور آخرت پر ایمان لائے۔“
(البقرہ: ۱۲۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ كَفَرَ فَأَمْتَعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ اضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَ بِنَسِ الْمَصِيرِ﴾ (البقرہ: ۱۲۶)

”اور جو کوئی کفر کرے گا، میں اسے تھوڑا فائدہ دوں گا، پھر اسے آگ

کے عذاب کی طرف دھکیل دوں گا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔“

اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کی دعا سن لے، اس سے راضی بھی ہو۔ بلکہ وہ اس سے محبت کرتا ہے نہ اس کے فعل سے راضی ہوتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ رب العالمین، ہر نیک اور بد، مومن اور کافر کی دعا سنتا ہے اور بہت سے لوگ دعا مانگنے میں زیادتی بھی کرتے ہیں اور شرط بھی لگاتے ہیں اور بعض دفعہ ناجائز چیزیں بھی مانگتے ہیں پھر بھی ان کے مقصد کا پورا یا بعض حصہ مل جاتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ میرا یہ عمل اللہ کو پسند ہے۔

حالانکہ یہ شخص ایسے آدمی کی طرح ہے جسے اللہ نے (باوجود اس کے کفر و فسق کے) مال اور بیٹوں سے نوازا ہو اور اسے مہلت دے رکھی ہو اور وہ سمجھتا ہو کہ اللہ، اسے خیر سے نوازا رہا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

﴿ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِم أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾

”جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر

چیز کے دروازے کھول دیئے۔“ (الانعام: ۴۴)

چنانچہ بعض دفعہ، دعا عبادت بن جاتی ہے اور مانگنے والے کو ثواب ملتا ہے اور کبھی سوال بن جاتی ہے اور حاجت پوری ہو جاتی ہے لیکن اس پر مضرب بھی ہوتی ہے وہ اس طرح کہ یا تو آدمی کا درجہ کم ہو گا یا جتنا کچھ اللہ اسے دے گا، اتنا اسے عذاب دے گا اور بعض دفعہ آدمی اللہ کی حدود کو توڑتا ہے اور اس کا حق ضائع کرتا ہے پھر بھی دعا قبول ہوتی ہے لیکن اسے عذاب بھی ہو گا۔

شرک اکبر تک پہنچانے والے شیطانی زینے

پہلا زینہ:

شیطان لعین بڑی مکاری سے قبر کے پاس دعا مانگنے کو افضل بناتا ہے اور آدمی کے دل میں اس اعتقاد کو پختہ کر دیتا ہے کہ قبر کے پاس دعا مانگنا، گھر اور مسجد اور سحری

کے وقت دعا کرنے سے افضل ہے۔

دوسرا زینہ:

یہ ہے کہ لعین مرد و اس بات کا دوسرہ ڈالتا ہے کہ اس قبر والے کے وسیلے سے دعا مانگی جائے اور اللہ پر اس کے نام کی قسم ڈالی جائے اور یہ مقام پہلے مقام سے خطرناک ہے کیونکہ اللہ ذوالجلال والا کرام کی شان اس سے بلند ہے کہ اس پر مخلوق کی قسم ڈالی جائے یا اس کی مخلوق کے نام سے سوال کیا جائے۔ ائمہ کرام نے اس کی تردید کی ہے۔ مثلاً

مروّجہ وسیلہ کی تردید میں بزرگان حنفیہ کے فرمودات

امام ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ ^① اپنی کتاب ”شرح الکفری“ کے ”باب البکرۃ“ میں لکھتے ہیں کہ: بشر بن ولید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے سنا کہ وہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

[لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَدْعِيَ اللَّهَ إِلَّا بِهِ]

”کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ دعا کرے اللہ سے مگر اس کے نام کے ساتھ ہی۔“

نیز فرمایا کہ میں اس بات کو بھی مکروہ سمجھتا ہوں کہ کوئی آدمی یہ کہے:

[أَسْتَلْكَ بِمَقْعَدِ الْعِزِّ مِنْ عَرَشِكَ]

”میں اس وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو عرش پر عزت کے مقام پر جلوہ افروز ہے۔“

① ان کا پورا نام ابو الحسن احمد بن محمد حنفی ہے یہ فقہ حنفی کے شہرہ آفاق امام ہیں یہ ۳۲۸ھ یعنی پانچویں صدی کی ابتدائی عشروں میں فوت ہوئے دیکھئے۔ الطقات النسیہ فی تراجم

الحنفیہ، ج: ۲، ص: ۲۳۵

نیز فرمایا کہ میں اس بات کو بھی مکروہ سمجھتا ہوں کہ آدمی دعا میں یوں کہے:

[بِحَقِّ فُلَانٍ وَبِحَقِّ أَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ وَبِحَقِّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ]

”اے اللہ میں تجھ سے فلاں کے واسطے اور تیرے نبیوں اور رسولوں کے

وسیلے سے سوال کرتا ہوں اور بیت اللہ کے طفیل مانگتا ہوں۔“

ابو الحسن قدوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ غیر اللہ کے نام کے ساتھ سوال کرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اللہ پر کسی کا کیا بار (احسان) ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کا مخلوق پر (احسان) حق ہے لیکن بمقعد العز کو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے منع اور ابو یوسف نے جائز کہا ہے۔

اور سید الانبیاء سے مروی ہے کہ آپ نے بِمَقْعِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرَشِكَ کے الفاظ سے دعا مانگی ہے کیونکہ اس میں اللہ کی قدرت اور عظمت کا بیان ہے گویا اس نے اللہ کی صفت کے ساتھ سوال کیا۔

الدر المختار کی شرح میں ابن ہلذجی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

اللہ پر اس کی صفات اور اسماء کے علاوہ کسی کا حق ذال کر سوال کرنا منع ہے۔ اس لیے کسی آدمی کو یوں نہیں کہنا چاہیے۔

[أَسْأَلُكَ بِفُلَانٍ أَوْ بِمَلَائِكَتِكَ أَوْ بِأَنْبِيَائِكَ]

”کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں البتہ ابو یوسف نے:

[أَسْأَلُكَ بِمَقْعِدِ الْعِزِّ مِنْ عَرَشِكَ]

کو جائز کہا ہے اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ کہا ہے۔

اور مکروہ کے لفظ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ حرام مراد لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

”اقرّب الی الحرام“ مراد لیتے ہیں۔

امام ابو محمد بن عبدالسلام کے فتاویٰ میں ہے کہ اللہ پر اس کی مخلوق کے واسطے

ذال کر دعا نہیں مانگنا چاہیے۔ نہ نبیوں کے نہ کسی اور کے۔

البتہ انھوں نے ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں توقف کیا ہے کیونکہ

ان کے خیال میں ایک حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں اگرچہ اس کی سند کی صحت معلوم نہیں۔^①

تیسرا زینہ:

جب ایلیس مردود انسان کے دل میں اس اعتقاد کو پکا کر دیتا ہے کہ اللہ مالک الملک کو کسی مخلوق کی قسم دینا اور اس کے ساتھ دعا کرنا تعظیم اور احترام میں زیادہ ہے اور یہ کہ کسی کا واسطہ یا وسیلہ ڈالنے سے دعا زیادہ قبول ہوتی ہے تو اسے تیسرے زینے پر چڑھا دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی پھر اسی سے ہی مانگنا شروع کر دیتا ہے (یعنی کہتا ہے اے بزرگ میری تیرے آگے اور تیری دھردر گاہ)

چوتھا زینہ:

یہ ہے کہ شیطان مردود، آدمی کا قدم کچھ آگے بڑھا دیتا ہے اور اسے دوسرے دیتا ہے کہ وہ یہاں قبہ تعمیر کرے اور اس پر اعتکاف کرے اور یہاں پر چہراغ روشن کرے اور اس پر پردے لٹکائے اور وہاں مسجد تعمیر کرے اور اس کو سجدہ کرے اور اس قبر کا طواف کرے بلکہ اس کا حج کرے اور وہاں نیاز کے طور پر جانور ذبح کرے۔

پانچواں زینہ:

یہ ہے کہ وہ ایک قدم اور آگے بڑھا دیتا ہے کہ آدمی خود بھی اس کی پرستش کرتا ہے اور دوسروں کو بھی دعوت دیتا ہے کہ اس کے عرس اور میلے میں شریک ہونا دنیا اور آخرت کے لیے نفع مند ہے۔

① جب یہ حدیث ہی صحیح نہیں تو اس سے استدلال کیونکر صحیح ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے واسطے ذال کر دعا کرنا سنت اور تعامل صحابہ اور تابعین کے خلاف ہے۔ [مترجم]

آستانوں پر کی جانے والی منکرات کے درجات

ہمارے شیخ امام ابو العباس ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے کہ قبروں پر کیے جانے والے امور کے کئی درجات ہیں۔ مثلاً:

① سب سے بدترین کام یہ ہے کہ قبر والوں سے فریاد کی جائے اور اس کے نام کی دھائی دی جائے۔ جیسا کہ اکثر لوگ کرتے ہیں۔ آپ نے مزید فرمایا کہ قبر والوں سے فریاد کرنے والے بھی بت پرستوں کی جنس سے ہیں اور جس طرح شیطانت پرستوں کو شیطان نظر آتا ہے، اسی طرح کبھی کبھی قبر پرستوں کو بھی بزرگ کی شکل شیطان میں نظر آتا ہے۔^① اور یہ بات مشرکین اور مل کتاب

شیطان کی حیرت ناک شیطنت

پنجاب کے مشہور بزرگ مولانا محی الدین لکھنویؒ نے مجھے صوفی عبداللہ بانی مدرسہ تعلیم الاسلام ماموں کائنج کا واقعہ سنایا جو خود انھوں نے حضرت صوفی صاحب سے سنا کہ صوفی صاحب فرماتے ہیں کہ میں مدرسہ کی تعمیر کے سلسلے میں چندے کے لیے شرفیور گیا۔ رات میاں شیر محمد شرفیوری کے ہاں گزاری۔ انھوں نے کہا عبد اللہ تو وہابی ہے ورنہ میں تجھے وظیفہ مانتا۔ اس کے پڑھنے سے دولت تیرے قدموں میں ہوتی لیکن تو نے وہ وظیفہ کرنا ہی نہیں میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔ میں نے اسے شکر یہ ورد کہہ کر انکار کر دیا پھر اس نے کہا کہ میں جب کبھی لاہور جاتا ہوں تو داتا صاحب مجھے راوی پل پر ملنے آتے ہیں میں نے کہا اگر مجھے دکھادیں تو مان جاؤں گا۔ خیر ہم عہد و پیمان کر کے سحری کے وقت پیدل چل دیے۔ جب ہم راوی پل پر پہنچے تو ایک بزرگ چغہ پہنے نظر آیا جو ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ میں پریشان ہو گیا۔ یہاں تھوڑی دور اس کی ٹوپی پر داتا گنج بخش علی بن عثمان جویری لکھا ہوا نظر آیا میں نے سوچا کہ خدا نخواستہ بات سچ نہ ہو۔ حتیٰ کہ وہ خواجہ شیر محمد سے معاف کرنے لگا۔ میں نے چیخے سے لاجول ولاقوۃ الا باللہ۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا تو اس بزرگ صورت شیطان کا گوز نکل گیا اور خواجہ صاحب کے بازوؤں میں کوئی چیز نہ رہی تو وہ چیخے مڑ کے کہنے لگے یہ کوئی شیطان تھا جو تو نے لاجول پڑھا۔ میں نے کہا اگر شیطان

کے مشرکوں کو بھی حاصل ہے کہ وہ جب اپنے معظم بزرگ کو پکارتے ہیں تو شیطان بزرگ کا روپ دھار کر آتا ہے اور بعض امور کے متعلق بات کر جاتا ہے بہر حال! قبر کو سجدہ کرنا اور اس کا مسح کرنا یا اسے چومنا بھی بدترین کام ہے۔

- ② دوسرے درجے کا برا کام یہ ہے کہ انسان، اللہ تعالیٰ سے میت کا واسطہ ڈالکر سوال کرے اور اکثر متاخرین ایسا کرتے ہیں اور یہ بات بالاتفاق بدعت ہے۔
- ③ تیسرے درجے کا بُرا کام یہ ہے کہ میت سے براہ راست حاجت روائی اور مشکل کشائی کی دعا کی جائے۔

④ چوتھے درجے کا گھناؤنا کام یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ قبر کے پاس دعا مانگنا، مسجد میں دعا مانگنے سے افضل ہے اور طلب مراد کے لیے اس کا قصد کرنا اور اس کے پاس نماز پڑھنا زیادہ کارگر ہے۔ یہ کام بھی بالاتفاق منکر اور حرام ہے اور مجھے

== نہ ہوتا تو کھڑا رہتا۔ شیطان تھا تو لاحول سنتے ہی گوز مار کر بھاگ گیا۔

اس واقعہ سے ملتا جلتا واقعہ سید جلال الدین بخاریؒ اُج شریف والے کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حج بیت اللہ سے واپس آیا تو مجھے خبر ملی کہ فلاں پہاڑ کے دامن میں ایک فقیر صاحب آئے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے لیکن دعویٰ کرتے ہیں کہ میرے پاس جبرائیل آتے ہیں مجھے جنتی کھانے کھلاتے ہیں۔ میں اس کے پاس گیا وہ وہاں اس کے معتقدین کا اتنا ہجوم تھا کہ اس کے پاس پہنچنا دشوار ہو گیا خیر میں جوں توں کر کے وہاں پہنچا تو اس سے پوچھا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا وہ کہنے لگا میرے پاس حضرت جبرائیل آتے ہیں اور مجھے جنتی کھانا پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تجھے نماز معاف ہے۔ میں نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے نماز تو حضرت رسول اللہ ﷺ کو معاف نہ تھی اور جسے تو جبرائیل فرشتہ کہتا ہے وہ شیطان ہے اور جو کھانا تجھے کھلاتا ہے وہ غلیظ ہے۔ اس نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے میں نے کہا اچھا جب تیرے پاس کھانا لائے تو لاحول پڑھنا جب میں دوسرے دن گیا تو وہ فقیر میرے قدموں پر گرا اور رونے لگا میں نے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں نے آپ کے کہنے پر اس کی آمد کے وقت لاحول پڑھا تو وہ غائب ہو گیا اور جو کھانا لایا تھا وہ غلیظ تھا جو میرے کپڑوں پر گر گیا۔ کپڑے پلید ہو گئے۔ بحوالہ بزم رفتہ کی سچی کہانیاں۔ (بحوالہ الذمیر منظوم)

آج تک معلوم نہیں ہو سکتا کہ کسی عالم نے ایسا کیا ہو ہاں البتہ متاخرین (تا خلف جانشین) ایسا کرتے ہیں اور کچھ لوگ تو یہ کہتے بھی سنے گئے ہیں کہ فلاں قبر مجرب تریاق ہے اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر اپنے لیے دعائے نکتے تھے حالانکہ یہ صاف جھوٹ ہے۔

موحدین اور مشرکین کے طریقہ زیارت قبور میں فرق

توحید پرستوں کے زیارت قبور سے تین مقاصد ہوتے ہیں:

پہلا مقصد:

آخرت کی یاد اور دنیاوی شان و شوکت رکھنے والوں کے انجام سے عبرت اور نصیحت حاصل کرنا۔ محبوب رب العالمین سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

[زُورُوا الْقُبُورَ فَإِنَّهَا تُذَكِّرُكُمْ الْآخِرَةَ]^①

”قبرستان کی زیارت کیا کرو کیونکہ وہ تمہیں آخرت یاد دلائے گی۔“

دوسرا مقصد:

میت کے ساتھ نیکی اور احسان۔ جس طرح زندہ انسان سے طویل عرصہ تک بے اعتنائی اور لاپرواہی برتی جائے تو وہ بھول جاتا ہے اس طرح میت کی قبر سے بے اعتنائی برتی جائے تو وہ بھی ذہن سے محو ہو جاتی ہے۔

جس طرح زندہ دوست اور عزیز سے مل کر فرحت حاصل ہوتی ہے اس طرح فوت شدہ کو زندہ انسان کی دعا اور صدقہ یا نیکی کے ہدیے سے خوشی ہوتی ہے کیونکہ فوت شدہ انسان تو ایسے گھر چلا گیا ہے جسے اس کے عزیز واقارب اور بھائی بہنوں نے چھوڑ دیا ہے تو کوئی شخص جب اس کی زیارت کو جاتا ہے اور اسے ہدیہ دعائے مغفرت پیش کرتا ہے یا اس کی طرف سے صدقہ کرتا ہے تو مردہ بھی خوش ہوتا ہے اس لیے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان کے زائرین کو ہدایت کی ہے کہ وہ ان کے لیے

دعائے بخشش مانگیں اور ان کے لیے رحمت کی دعا کریں اور اس بات سے منع کیا کہ انہیں پکارا جائے یا ان کے پاس نماز ادا کی جائے۔

تیسرا مقصد:

اتباع رسول کر کے ثواب حاصل کرنا کیونکہ جو شخص، پیارے رسول ﷺ کی تابعداری کی نیت سے قبرستان کی زیارت کرے گا، اسے ثواب بھی ملے گا اور اس کی اپنی بھی بھلائی ہوگی اور میت کی بھی۔

آستانوں کی زیارت سے مشرکین کا مقصد

(مشرکین شاید ہی قبرستان کی زیارت کو جاتے ہوں۔ البتہ آستانوں پر حاضری قضا نہیں کرتے کیونکہ ان کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ) مشرک کہتے ہیں، فوت شدہ بزرگ کی روح کو اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور اس قرب کی بنا پر اس کی روح پر برکات کا فیضان ہوتا ہے تو جب کوئی شخص اپنا تعلق اس روح کے ساتھ جوڑتا ہے تو بزرگ کے واسطے سے قبر پر اعتکاف کرنے والے پر بھی برکت نازل ہوتی ہے اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ جس طرح آئینے یا صاف پانی پر شعا پڑتی ہے تو اس کا عکس آدمی پر بھی پڑتا ہے۔

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مکمل زیارت یہ ہے کہ انسان حضور قلب سے شیخ کا تصور باندھے اور عزم و ارادہ سے اس کی قبر کا طواف کرے اور اس دوران اس کے دل میں اور کوئی خیال نہ ہو۔ اگر اس طرح توجہ کرے گا تو پھر اسے کما حقہ نفع ہوگا اور جس قدر توجہ میں کمی ہوگی اتنا ہی نفع کم ہوگا۔

زیارت کے اس طریقے کو ابن سینا اور فارابی وغیرہ فلاسفہ نے بیان کیا ہے اور کواکب پرستوں نے اپنی عبادت کو اکب میں اسی کو مد نظر رکھا ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں

① کہ جب نفس ناطقہ، ارواح علویہ سے ملتا ہے تو اس پر نور کا فیضان ہوتا ہے۔ یہ وہی فلسفہ ہے جس کی بدولت ستاروں کی پرستش کی گئی اور ان کے بیکل تعمیر ہوئے اور ان کے لیے مناجات تصنیف ہوئیں اور ان کے مجسمے تراشے گئے۔ اور بعینہ اسی فلسفہ کی بنا پر قبر پرستوں یا ستانوں کی پرستش کی اور ان پر قبے تعمیر کیا اور وہاں چراغ جلائے اور وہاں مسجدیں تعمیر کیں اور اسی چیز کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے اور آپ ﷺ نے نہ صرف شرک بلکہ شرک کے اسباب کو بھی جڑ سے اکھاڑا۔

لیکن مشرکین نے آپ کے دین اسلام کو ناکام کرنے کے لیے آپ ﷺ کے راستہ میں روڑے اٹکائے (اور قرآن و حدیث کے مقابلے میں دین طریقت و حقیقت اور تصوف و معرفت کو رواج دیا۔) یوں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کا لایا ہوا دین اور ہے اور مشرکوں کا اور!

شفاعت کا مشرکانہ تصور اور اس کی تردید

اور یہ فلسفہ جو مشرکین نے آستانوں کی حاضری کے متعلق گھڑا ہے اور اس کی بابت ان کا خیال ہے کہ ہمیں قیامت کے دن بھی اس کا نفع ہوگا اور ہمارے معبود ہمیں اللہ کی پکڑ سے بچالیں گے۔

کہتے ہیں کہ جب کوئی انسان اپنی روح کو اللہ کے مقرب بندے کے ساتھ جوڑتا ہے اور ہمہ تن، دل سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ان دونوں کے درمیان رابطہ ہو جاتا ہے اور پھر جو کچھ مقرب الہی کو ملتا ہے اس سے کچھ حصہ اس انسان کو بھی مل جاتا ہے۔ اور اس کی مثال یوں بیان کرتے ہیں کہ جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کے

① (یعنی کلدانیوں نے اسی فلسفے کی بنیاد پر ستاروں کے مجسمے بنائے اور ان کے بتوں کی عبادت کی تاکہ قرب الہی حاصل ہو سکے) (گویا قبر پرستوں نے جس فلسفے اور راز کو جواز بنایا یہ کوئی نیا انکشاف نہیں)

مصاحب خاص کی خدمت کرے تو جو کچھ انعام مصاحب کو ملے گا۔ اس سے خدمتگار کو بھی ملے گا۔ یہ ہے بت پرستی کا ثبوت اور ماخذ۔ اور اس کو ختم کرنے کے لیے اللہ نے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے اور بت پرستوں کو کافر قرار دیا اور ان پر لعنت کی اور ان کی اولاد کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں بنانا حلال ٹھہرایا اور ان کے مال پر قبضہ جائز قرار دیا اور ان پر دوزخ کی آگ واجب کی۔

قرآن اول تا آخر ان کے رد میں بھرا ہوا ہے۔ مثلاً فرمان الہی ہے:

﴿ اَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ قُلْ اَوْ لَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَفْقَلُوْنَ. قُلْ لِلّٰهِ الشُّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَّالْاَرْضِ ﴾ (البقرہ: ۶۳)

”کیا انھوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے انہیں کہہ دیجیے اگرچہ وہ نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ہی عقل رکھتے ہوں۔ (انہیں) کہہ دیجیے کہ سفارش کا مالک اللہ ہی ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے۔“

اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ سفارش آسمانوں اور زمین کے مالک و خدّہ لاشریک کا حق ہے۔ جب وہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے کا ارادہ کرے گا تو اپنے خاص بندوں کو سفارش کا حکم دے گا اور یہ سفارش درحقیقت اللہ کی (نعت اور اعزاز) ہے جو وہ انہیں بخشے گا جو اللہ کا حکم سن کر ان بندوں کے حق میں کریں گے جن پر اللہ رحمت کرنا چاہے گا۔

یہ سفارش وہ نہیں جو مشرکین نے سمجھ رکھی ہے۔ کیونکہ اللہ نے مشرکین کے مشرکانہ تصور شفاعت کا رد کیا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿ وَاَتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَّ لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ ﴾ (البقرہ: ۱۲۳)

”اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی جان کے کام نہ آئے گی اور

نہ ہی اس سے فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی سفارش کام آئے گی۔“
دوسری جگہ فرمایا:

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمَ لَا
بِئَعُ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ﴾ (البقرہ: ۲۵۴)

”اے مومنو! اس دن کے آنے سے پہلے پہلے ہمارے عطا کردہ رزق
سے ہمارے راستے میں خرچ کرو جس دن نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی
اور نہ سفارش۔“

قرآن میں ہے:

﴿وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُخْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ
مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ (الانعام: ۵۱)

”اور ڈراؤ اس کے ساتھ ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے
پاس جمع ہونے والے ہیں۔ نہیں ہوگا ان کے لیے اس کے سوا کوئی دالی
اور نہ سفارش کرنے والا تاکہ وہ متقی بن جائیں۔“

سورہ سجدہ میں ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ
أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا
شَفِيعٍ﴾ (سجدہ: ۴)

”اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ انکے درمیان
ہے چھ دن میں بنایا پھر وہ عرش پر بلند ہوا۔ اس کے سوا تمہارے لیے کوئی
دوست اور سفارش والا نہیں۔“

یہاں اللہ رب العزت نے خبردار کیا ہے کہ اس کے سوا کوئی سفارش کا حق دار
نہیں۔ ہاں البتہ جب رحم الراحمین بندوں کے ساتھ رحمت کا ارادہ فرمائے گا تو کسی کو
سفارش کا حکم دے گا۔

قرآن میں ہے:

﴿ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ﴾ (یونس: ۳)

”یعنی اس کی اجازت کے بغیر کسی کو سفارش کی جرأت نہ ہوگی۔“

﴿ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

”کون ہے جو سفارش کرے اللہ کے پاس مگر اس کی اجازت سے۔“

تو جو سفارش اللہ کی اجازت کے بعد ہوگی وہ حقیقتاً حکم دینے والے کی سفارش ہوئی۔ نہ کہ دوسرے کی اور اس طرح اس کے علاوہ شفیع بھی کوئی نہ ہوا بلکہ جو ہوگا وہ اس کے حکم سے ہوگا اور دونوں کی سفارش کے درمیان وہی فرق ہے جو فرمانبردار غلام، اور شریک کے درمیان ہوتا ہے۔

(بادشاہوں کے ہاں کی جانے والی سفارش اور قیامت کو اللہ کے سامنے کی جانے والی سفارش میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس کی مثال غلام اور حصہ دار کی ہے کہ غلام یا نوکر کو حکم دیا جاتا ہے کیونکہ وہ آپ کی ملکیت میں حصہ دار نہیں جب کہ حکومت کے حصہ دار وزیروں سپہ سالاروں، نوابوں کا حکومت میں حصہ ہوتا ہے اگر بادشاہ غلام کی نہ مانے تو کوئی خطرہ نہیں جب کہ حصہ داروں کی نہ مانے گا تو بغاوت کا خطرہ ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے جس سفارش کی تردید کی ہے وہ شریک کی سفارش ہے اور جس سفارش کو ثابت رکھا ہے وہ حکم کے بندھے ہوئے غلاموں کی سفارش ہے جو مالک الملک کی اجازت کے بغیر سفارش کی جرأت نہ کر سکیں گے۔

قیامت کے دن خداوند قدوس حکم فرمائے گا کہ فلاں کی سفارش کرو یہی وجہ ہے کہ اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی سفارش کے مستحق وہ توحید پرست ہوں گے جو دنیا میں مشرکوں اور بدعتیوں کے طعنے سہتے رہے اور ان کی سختیوں پر صبر کرتے رہے

اور طعنہ داروں سے کہ زوالا سے رہو اور ہو کر توحید کا رجا کرتے رہو اور شرک محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اس کے اسباب سے بچتے رہے۔

انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَى﴾ (الانبیاء: ۲۸)

”وہ نہیں سفارش کریں گے مگر ان کی ہی جن کو اس نے پسند کیا۔“

سورہ طہ (آیت: ۱۰۹) میں ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾

”اس دن نہیں نفع دے گی سفارش مگر اسی کی جس کو اللہ اجازت عطا

فرمائے اور اس کی بات کو پسند کرے۔“

یہاں اللہ مالک الملک نے صاف صاف اعلان کیا کہ قیامت والے دن اسی کو سفارش کی ہمت ہوگی جسے اس نے اجازت دی اور انہی کے بارے میں جن کو اللہ نے پسند کیا ہو۔

مشرکین، انبیاء اور اولیاء کی سفارش سے محروم رہیں گے

لیکن مشرک (کو تو اللہ پسند ہی نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے عقیدے کو پسند کرتا ہے) لہذا اللہ اس کے لیے کسی کو سفارش کی اجازت ہی نہ دے گا۔ کیونکہ اللہ نے سفارش کو دو چیزوں سے مشروط کر رکھا ہے۔

❑ مُشْفُوعٌ لَهُ (جس کے لیے سفارش کی گئی) سے اللہ کی رضا:

❑ شافع کو شفاعت کی اجازت: لہذا جب تک دونوں چیزوں کا مجموعہ نہ پایا گیا اس وقت تک سفارش نہ ہو سکے گی۔

سفارش کی اجازت بھی اس کے حق میں ملے گی جس سے اللہ راضی ہو۔ اس بات میں راز یہ ہے کہ کل کائنات کا کنٹرول، اس کائنات کے واحد مالک کے ہاتھ میں ہے اس کے اختیارات میں کوئی حصہ دار نہیں۔ ساری مخلوق سے اعلیٰ اور افضل ترین ہستیاں

انبیائے کرام اور مقرب فرشتے ہیں لیکن وہ بھی محض اللہ کے غلام اور بندے ہیں ان کی کیا مجال کہ وہ اللہ کی متعین کی ہوئی حد سے آگے قدم رکھیں اور اس کے حکم میں رکاوٹ بن سکیں یا وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی کام کر سکیں اور خصوصاً اس روز جس دن کوئی کسی کا وارث نہ بنے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام اور شہدائے عظام تو اللہ کے غلام اور خادم ہیں ان کی حرکات و سکنات اللہ کی مرضی اور حکم سے وابستہ ہیں۔

جب مشرک انسان، ان کو اللہ کا شریک بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب وہ انہیں من دون اللہ شافع بنائے گا تو وہ قیامت کے دن اسے چھڑوا لیں گے۔ تو یہ شخص پر لے درجے کا جاہل ہے۔ اسے اللہ کے لوازمات اور ممتعات کا پتہ ہی نہیں۔^①

اور اللہ کو متکبروں اور بادشاہوں سے تشبیہ دینا اپنے عقیدے کا بیڑا غرق کرنا ہے کیونکہ وہی لوگ اپنے مخصوص دوستوں کو لوگوں کے معاملہ میں سفارش کے لیے گرین کارڈ دیتے ہیں اس قیاس فاسد کی بنا پر بت پوجے گئے اور مشرکوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو سفارشی بنا لیا۔

① (کیونکہ اللہ کا دشمن، رسولوں کا دوست کیسے ہو سکتا ہے اور اللہ کے رسول اس غلیظ عقیدے والے کو دوست کیسے بنا سکتے ہیں اور پھر کوئی شخص اللہ کا محبوب کیسے بن سکتا ہے جو اپنی تعریف کی خاطر، اس کے دشمن سے دوستی کاٹھے یہی وجہ ہے کہ کسی شخص نے عقیدت کی بنا پر کہا تھا کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ کو اللہ کی بارگاہ میں اور اس کو تمہاری بارگاہ میں سفارشی بناتے ہیں تو اللہ کے محبوب ﷺ اس پر سخت غضب ناک ہوئے۔

اور فرمایا: سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ آپ نے ان کلمات کو اتنا بڑھا کہ صحابہ کے چہروں پہ اس کا اثر معلوم ہونے لگا پھر فرمایا:

[وَيَحْكُ إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللَّهِ عَلَى أَحَدٍ شَأْنُ اللَّهِ أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَيُحْكُ أَنْ تَدْرِي مَا لِلَّهِ] [الحديث رواه ابو داود]

”(اے بیوقوف) تجھ پر افسوس، اللہ کسی کے ہاں سفارشی نہیں بنایا جاتا اللہ کی شان بلند ہے اس سے۔ اے بیوقوف تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟“ [توضیح از مترجم]

قرآنی نظریہ سفارش اور مشرکانہ سفارش کا فرق

قرآنی نظریہ سفارش اور مشرکوں کے نظریہ سفارش کے درمیان وہی فرق ہے جو خالق اور مخلوق، رب اور مربوب، آقا اور غلام بادشاہ اور گدا، غنی اور فقیر کے درمیان ہے کیونکہ پہلا تو مستغنی اور دوسرا ہر وقت دوسروں کا محتاج ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بادشاہوں کے ہاں سفارش کرنے والے، ان کی سلطنت کے حصہ دار ہوتے ہیں اور ان کی حکومت ان کی وجہ سے قائم ہوتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوں تو ان کے احکامات اور ہاتھ عوام تک نہیں پہنچ سکتے۔ مزید براں بادشاہ اپنی مجبور یوں کے باعث سفارش قبول کرنے پر مجبور ہیں خواہ دل سے ناراض ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ ان کی سفارش رد کر دی گئی تو یہ اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیں گے اور دوسروں سے گٹھ جوڑ کر لیں گے چنانچہ انہیں طوعاً و کرہاً سفارش قبول کرنے کے سوا چار نہیں ہوگا لیکن..... اللہ مالک الملک ایسا بے پرواہ اور بے نیاز ہے کہ اسے کسی کی محتاجی نہیں باقی تمام کائنات اس کے در کی سوالی ہے۔

اور تمام انبیاء اور صلحاء جن اور فرشتے بلکہ آسمان و زمین پر بسنے والی مخلوق اس کی مقبوض غلام ہے اگر اللہ ذوالجلال والا کرام انہیں ہلاک کر دے تو بھی اس کی عزت اور جلالت، بادشاہت اور حکومت اور ربوبیت والوہیت میں ذرہ بھر فرق نہ آئے گا۔

قرآن حکیم میں ہے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ أُمَّهُ وَ مَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾

”باتحقیق وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ تو مسیح عیسیٰ بن مریم ہی

ہے۔ کہہ دیجیے اگر اللہ جبار و قہار، مسیح علیہ السلام اور ان کی ماں (مریم) کو اور تمام کائنات والوں کو ہلاک کرنا چاہے تو انہیں کون بچا سکتا ہے۔ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان کا (واحد مالک) اللہ ہی ہے۔ وہ جو کچھ چاہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

پورے قرآن کی سردار آیت، آیۃ الکرسی میں اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ (البقرہ: ۲۵۵)

”اللہ ہی کے لیے ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کسی کی کیا مجال کہ وہ اس کے حکم کے بغیر سفارش کرے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَّهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

(الزمر، ۴۴)

”وہ دیجیے کہ تمام سفارش اللہ ہی کے لیے ہے، اسی کے لیے ہے بادشاہت آسمانوں کی اور زمین کی۔“

یہاں اللہ رب کائنات نے بتا دیا کہ آسمانوں اور زمین کا واحد مالک ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ.....

شفاعت بھی اللہ وحدہ لا شریک کے لیے ہے اور کوئی بھی اس کے حکم کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے حکم اور اجازت کے بعد سفارش کرنے والا، اس کا حصہ دار نہیں بلکہ محض غلام ہے (جو حکم بجالا رہا ہے) (جب کہ دنیاوی بادشاہوں کے وزیر اور مشیر اور نواب اس کی سلطنت کے حصہ دار ہوتے ہیں اور سفارش نامنظور ہونے پر سلطان کے خلاف سازش کر سکتے ہیں۔) اس تفصیل سے یہ بات عیاں ہو گئی کہ اللہ

نے جس سفارش کا رد کیا ہے وہ عوام الناس کے ہاں مشہور ہونے والی شرکیہ سفارش ہے۔ جو وہ ایک دوسرے کے لیے کرتے رہتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کبھی تو اس سفارش کی مطلق نفی کی اور کبھی اسے اذن سے مختص کیا۔ کیونکہ اذن کے بعد کی جانے والی سفارش فی الحقیقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ اذن بھی اسی نے دیا اور قبول بھی خود کی اور اس کے حق میں قبول کی جو اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا رہا اور اللہ اس سے راضی ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ بزرگان دین کو اللہ کی جناب میں مستقل شافع سمجھنے والا مشرک ہے اور اسے ان کی سفارش نفع نہ دے گی اور جو کوئی اللہ سبحانہ کو ہی اپنا معبود اور الہ بنائے اور اسے خوف اور امید میں طلاء و ملائی سمجھے اور اس کی رضا کا طالب ہو اور اس کی ناراضی سے خوف زدہ ہو، وہی اس لائق ہے کہ اللہ اس کے بارے میں کسی کو سفارش کی اجازت دے۔

سورہ الزمر ۴۳، ۴۴ میں ہے:

﴿ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوْ لَوْ كَانُوا لَا يَعْلَمُونَ
شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ۝ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ﴾

”کیا انھوں نے اللہ کے علاوہ سفارشی بنائے ہیں؟ کہہ دیجیے، اگرچہ وہ نہ کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں کہہ دیجیے ساری کی ساری سفارش کا حق اللہ کے لیے ہے۔“

سورہ یونس میں ہے:

﴿ وَ يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاتُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۝ قُلْ اتَّبِعُونِ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَ لَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَ تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ ﴾ (سورہ یونس: ۱۸)

”اور وہ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ اور کہتے ہیں کہ یہ..... اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں۔ کہہ دیجیے کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جس کا اللہ کے علم میں آسمانوں اور زمین میں کوئی وجود نہیں۔ اللہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔“

اس آیت میں بھی اللہ نے وضاحت سے بیان فرمایا کہ اللہ کی جناب میں کسی کو بالذات شافع پکڑنے والے مشرک ہیں اور از خود سفارشی پکڑنے والے کو سفارش نفع نہ دے گی بلکہ اللہ کے حکم دینے کے بعد سفارش کرنے والے کی سفارش نفع مند ہوگی اور اس کے حق میں نفع مند ہوگی جس سے اللہ راضی ہو۔

دونوں طرح کی سفارشوں میں ایک مزید فرق

اور دونوں قسموں کی سفارش کے درمیان فرق یہ بھی ہے کہ دنیا میں جب کوئی شخص، کسی با اثر آدمی کو بادشاہ کے ہاں، سفارش کے لیے بھیجتا ہے تو سفارش کرنے والا با اثر آدمی، بادشاہ کا محتاج نہیں ہوتا، نہ پیدا ہونے کے لحاظ سے، نہ حکم کے لحاظ سے اور نہ ہی وہ بادشاہ کی اجازت کا محتاج ہوتا ہے بلکہ یہ تو ایک خارجی پریشہر ہوتا ہے۔ (جیسا کہ عام دنیاوی امور میں لوگ مختلف صلاحیتیں رکھتے ہیں جیسا کہ کوئی امیر آدمی کسی ماہر ڈاکٹر سے علاج کا محتاج ہے اور ڈاکٹر امیر آدمی کے پیسے کا محتاج ہے اگر امیر، ڈاکٹر کی سفارش نہ مانے گا تو ڈاکٹر برا منائے گا اور امیر کی بیماری کے موقع پر اپنا غصہ نکالے گا) تو بعض دفعہ کوئی سبب یا ضرورت، متحرک کے موافق ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی۔ اس کی مثال یوں ہے کہ:

① مثلاً کوئی آدمی کسی بادشاہ سے ایسے کام کی سفارش کرے جسے وہ پسند کرتا ہے اور کبھی سفارش ایسی ہوتی ہے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔

- ① اور کبھی سفارش، جرائم اور معارضوں سے اہم ہوتی ہے۔ اس لیے قبول ہو جاتی ہے۔
- ② اور کبھی جرم سخت اور قوی ہوتا ہے تو سفارش مسترد ہو جاتی ہے۔
- ③ اور کبھی سفارش اور جرم برابر ہوتے ہیں اور بادشاہ یا حاکم مترود ہوتا ہے کہ سفارش قبول کرے یا مسترد کر دے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں سفارش، ان اسباب کی تلاش کا نام ہے جو بادشاہ یا حاکم کو سفارش قبول کرنے پر مجبور کر دیں اگرچہ وہ اسے ناپسند اور برا ہی سمجھے۔ کیونکہ دنیاوی حاکم یا تو مرغوب اور من پسند چیز سے نفع کی امید پر سفارش منظور کرتے ہیں یا کسی کے رعب اور قوت کی وجہ سے۔ تاکہ سفارش قبول کر کے ممکنہ خطرے کو ٹال سکیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بے نیاز ہے وہ جب تک سفارش کا حکم نہ دے اس وقت تک کسی کی کیا مجال کہ سفارش کی جرأت کرے یا اس کی سفارش کرے جو اللہ کی بجائے دوسروں کی پناہ ڈھونڈتا رہا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارش کرنے والے انبیاء اور شہداء اس لیے وہاں سفارش نہیں کریں گے کہ انہیں اپنی امت سے کوئی خوف ہوگا یا انہیں امتیوں سے کسی چیز کی رغبت ہوگی بلکہ وہ تو اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے سفارش کریں گے کیونکہ وہ سفارش پر مامور ہیں (اور یہ سفارش ان کے لیے اعزاز ہے اور شفاعت کبریٰ کا اعزاز سید المرسلین ﷺ کو ملے گا)

اصل بات یہ ہے کہ انبیاء کرام اور ملائکہ کرام اور صلحاء عظام میں سے کوئی بھی اللہ کی مرضی اور مشیت کے بغیر سفارش نہیں کرے گا۔ اس روز اللہ تعالیٰ جن کو عزت بخشنا چاہے گا، انہیں سفارش کے لیے حکم دے گا جب کہ دنیا میں سفارش کرنے والا منصب دار، اکثر امور میں بادشاہ سے بے نیاز ہی نہیں بلکہ وہ حقیقت میں اس کا

شریک ہوتا ہے اگرچہ وہ غلام اور نوکر ہی کیوں نہ ہو اور اس طرح سفارش قبول کرنے والا بھی سفارش کرنے والے کی معاونت کا محتاج ہوتا ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں (جب کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں)

اور جس انسان کو اللہ رب العزت اس مسئلہ کی سمجھ اور معرفت عطا فرما دے اس پر توحید اور شریک کی حقیقت روشن ہو جائے گی اور وہ اس سفارش کو پہچان لے گا جسے اللہ نے ثابت کیا ہے اور اس سفارش کو بھی، جس کی اللہ نے نفی کی ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ﴾

”اور جس (بد نصیب) کی قسمت میں، اللہ نے نور (توحید) نہ لکھا ہو اسے نور کہاں سے مل سکتا ہے۔“

[اغاثۃ اللفہان عن مصائد الشیطان]

ص ۲۸۶ تا ۳۴۴ مطبوعہ جمیعۃ احیاء التراث الاسلامی



ضمیمہ بسلسلہ قبر پرستی کے فروغ کے شیطان کی تدبیریں از نبیل الامۃ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی گرانقدر تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں کہ ود، سواع، یغوث، یغوق، نسو حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادے تھے اور اپنی قوم کے بڑے نیک نام بزرگ تھے ان میں سے ہر ایک نے عبادت کے لیے اپنی اپنی عبادت گاہ بنائی ہوئی تھی چنانچہ یہ ان میں خود بھی عبادت کرتے اور لوگوں کو بھی عبادت گاہوں میں حاضر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر میں مشغول رہنے کی تلقین کرتے ان کی تک دو اور محنت سے عبادت گاہیں آباد رہیں اور ان کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے لوگوں میں عبادت کا جذبہ پیدا ہو گیا اور وہ نہایت شوق و ذوق سے اللہ کی عبادت کرنے لگے، ان نیک بزرگوں کی صحبت اور حضوری نے ان کے جذبہ عبادت میں اضافہ کر دیا اور وہ ان بزرگوں کے انتہائی عقیدت مند بن گئے۔ جب وہ انتقال کر گئے تو لوگوں کو ان کی وفات سے بڑا قلق اور رنج پہنچا اور وہ دن رات ان کی صحبت کو یاد کرتے اور آنسو بہاتے اور اس بات کا برملا تذکرہ کرتے کہ جو مزا اور لطف ان کی صحبت میں عبادت کرنے سے آتا تھا، اب وہ نہیں آتا چنانچہ ابلیس لعین نے اس موقع کو غنیمت جان کر ایک بوڑھے بزرگ کی شکل اختیار کی اور سر پر غمامہ باندھ کر اور لائھی پکڑ کر ان کی اس مجلس میں جا پہنچا جہاں وہ اس دور کو یاد کر کے رو رہے تھے اس نے ان سے کہا کہ میں تمہیں تمہارا رنج و غم دور کرنے کی ایک تدبیر بتاتا ہوں اس تدبیر سے تمہیں عبادت میں وہی لطف اور مزا آئے گا جو ان کی موجودگی میں آتا تھا۔ اور وہ یہ ہے کہ ان بزرگوں کے مجسمے اور بت پتھروں سے بناؤ اور ان کے لباس ان کے مجسموں اور بتوں کو پہنا دو اور انہیں اپنے سامنے محراب میں کھڑا کر دو اور عبادت کرتے

وقت یہ تصور رکھنا کہ یہ ہمیں دیکھ رہے ہیں اس تدبیر سے تمہیں عبادت میں وہی لذت حاصل ہوگی جو ان کی موجودگی میں ہوتی تھی چنانچہ ان کو یہ تدبیر بہت پسند آئی اور انہوں نے ان بزرگوں کے ہم شکل مجسمے بنائے اور انہیں کپڑے پہنا کر عبادت گاہوں میں رکھ دیا اور جب کوئی شخص عبادت سے فارغ ہوتا وہ ان مجسموں کے ہاتھوں اور پاؤں کو بوسہ دیتا تاکہ ان بزرگوں کی رحمتیں اللہ کے ہاں اس بات کی گواہی دیں کہ یہ شخص ہماری موجودگی میں تیری عبادت کرنے آتا تھا اور پھر اس کی بارگاہ میں ان کی سفارش بھی کریں۔

چنانچہ اس رسم نے اتنا رواج پکڑا کہ عبادت اور ذکر تقریباً بند ہو گیا اور بزرگوں کے مجسموں کی دست بوسی اور قدم بوسی رہ گئی اور کچھ عرصہ بعد اس کی جگہ خاک بوسی اور تعظیمی سجدہ نے لے لی اور لوگ ان کی پرستش پر اکتفا کرنے لگے اور انہیں ہی حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارنے لگے چنانچہ انہوں نے وہ ذکر و حق تعالیٰ کی محبت ذاتیہ اور شِوَا ع کو دافع البلاء اور نَسْر کو قوت الہی کا مظہر قرار دے کر پوجنا شروع کر دیا اور اپنی طرف سے ہی ان کے خواص اور صفات کی علامتیں گھڑ کر ان کے آستانوں پر نصب کر دیں چنانچہ انہوں نے ایک بزرگ کے خواص کو لوگوں میں متعارف کروانے کے لیے نَسْر کا نشان دے رکھا تھا کہ یہ بزرگ اپنے پکارنے والوں کی مدد کو نَسْر (چرخ یا شہباز) کی طرح پہنچتا ہے۔

اور یَعُوق کے خواص کو متعارف کروانے کے لیے شیر کا نشان دے رکھا تھا کہ یہ بزرگ اپنے پکارنے والوں کی مدد کو شیر کی طرح پہنچتا ہے اور اس کے دشمنوں کو بھگا دیتا ہے۔

اور یَعُوْث کے خواص کو اجاگر کرنے کے لیے گھوڑے کا نشان دے رکھا تھا کہ یہ بزرگ اپنے پکارنے والوں کی مشکل کشائی اور فریادری کو تیز ترین گھوڑے کی طرح دوڑ کر پہنچتا ہے۔ المختصر وہ لوگ ان بزرگوں کو غِيَاثِ الْمُسْتَعِيْنِ ، مُجِيبُ دَعْوَةِ

المُضْطَرِّينَ اور كاشف الضر ، دافع البلاء اور قيوم زمان سمجھ کر پکارتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انھیں صدیوں تک وعظ کیا اور صرف اللہ وحدہ لا شریک کو پکارنے اور اس کی عبادت کرنے کی تلقین کی لیکن وہ لوگ نہ مانے اور الٹا آپ کو ستانے اور مارنے لگے جب اللہ تعالیٰ نے انھیں طوفان میں غرق کر دیا تو ان کے یہ خود ساختہ حاجت روا اور مشکل کشا بھی غرق ہو گئے اور ان کے بت منوں مٹی تلے دب گئے بعد ازاں ابلیس لعین نے ان کی نشان دہی کی تو عرب کے نادانوں نے انھیں نکال لیا اور ان کی پرستش شروع کر دی چنانچہ وڈکا مجسمہ، بنو قضاہ کے ہاتھ لگا تو انھوں نے اسے ذُوْمَةُ الْجَنْدَل میں نصب کر دیا اور اس کی پرستش شروع کر دی یغوث بنو طے کے حصے میں آیا اور انھوں نے اسے اپنی بستیوں میں نصب کر لیا اور اسے پوجنا شروع کر دیا پھر یہ بنو مراد اور بنو غطفیف کے قبضے میں چلا گیا اور یعوق ہمدان کے حصے میں آیا اور اس کی پوجا پاٹ کرتے تھے جبکہ سواع عذیل کا معبود تھا اور نسر حمیر کا معبود تھا۔

علاوہ ازیں عربوں کے اور بھی بت تھے جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

(۱) ہبل: یہ غالباً حضرت ہابیل علیہ السلام کا مجسمہ تھا جسے سرخ عقیق کے پتھر سے دیوہیکل انسانی شکل میں بنایا گیا تھا جب اسے دریافت کیا گیا تو اس کا ایک بازو ٹوٹا ہوا تھا۔ بعد ازاں قریش نے وہ بازو سونے کا بنا دیا تھا یہ بیت اللہ کے سامنے نصب تھا اور قریش اسکے نام کا نعرہ بھی لگایا کرتے تھے۔

(۲) لات: یہ ایک نیک بزرگ تھا اس کے متعلق بخاری شریف میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ [كُنَّ اللَّاتُ يَلُتُّ السَّوِيْقَ لِلْحَاجِّ فَلَمَّا مَاتَ عَكْفُوًا عَلَى قَبْرِهٖ] ”یہ بزرگ حاجیوں کو ستو بھگو کر پلایا کرتا تھا جب یہ فوت ہوا تو لوگوں نے اس کی قبر پر اعتکاف شروع کر دیا اور اس کا نام رکھ دیا لات یعنی بابا ستو شاہ۔

(۳) منات: یہ ایک قدیم بت تھا اور عرب اس کے ساتھ نام بھی رکھتے تھے جسے عبد

منات، زید منات جیسے ہمارے ملک میں غلام و گنیمت وغیرہ نام رکھے جاتے ہیں اس کا آستانہ ساحل سمندر پر قذیبہ کے مقام پر تھا، اس طرح حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت مریم، اساف اور سائلہ کے بت بھی تھے جنہیں خدا کے ہاں سفارشی سمجھ کر پکارا جاتا تھا اور ان کے نام پر نذریں نیازیں دی جاتی تھیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ نے دس سال کے عرصے میں انہیں ملیا میٹ کرا دیا۔ علاوہ ازیں ہندوستان کے ہندو بھی قوم نوح اور قوم ابراہیم کے نظریے کے مطابق پر میشر یعنی رَبُّ الْأَرْبَابِ کے اوتاروں کو پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ”بشن دیوتا، عالم انسانی کے اصل مبداء کا مظہر ہے..... برہما دیوتا، یہ استقرار اور بقاء کا مظہر ہے..... اندر دیوتا، بے قراروں کی پکار پر پہنچنے والا..... شیو دیوتا، دشمنوں کو بھگانے والا..... ہنومان دیوتا، نبی مدد فراہم کرنے والا..... علاوہ ازیں ان کے بتیس کروڑ (32000000) کے قریب دیوتا ہیں۔“

(اور ان کے مندر لاکھوں مورتیوں سے بھرے پڑے ہیں جن کے متعلق ان کا نظریہ یہ ہے کہ یہ مقربان الہی کی مورتیاں اور تصویریں ہیں اور ہم جو انہیں پکارتے ہیں تو اس وجہ سے نہیں پکارتے کہ یہ خالق کائنات یا فاطمہ السموات ہیں بلکہ انہیں خدا کے ہاں اپنا شافع سمجھتے ہیں اور ان کے بتوں یا مورتیوں اور تصویروں کو اس لیے سامنے رکھتے ہیں کہ یہ ان کی رحوں کا مرکز ہیں اور جب اصالتاً ان پر اللہ کی تجلّی پڑتی ہے تو ہم بھی اس سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے مشرکین کے ایسے ہی باطل قسم کے نظریات کا رد کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ آءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أُنَبِّئُكُمْ أَنَّ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾

[یونس]

بلکہ جب خوفناک صورت حال سامنے آجائے تو انہیں یہ سب بھول جاتے ہیں

اور صرف اللہ ذوالجلال کو پکارنا شروع کر دیتے ہیں چنانچہ ایک ہندو شاعر کہتا ہے۔

جب چاروں طرف اندھیارا ہو

جب کوئی نہ کھین ہارا ہو

آشا کا دور کنارا ہو

پھر تو ہی بیڑا پار کرے

اے رام ہرے اے رام ہرے

”جب کوئی کشتی رات کے اندھیرے میں سمندر کے درمیان خوفناک

موجوں میں گھری گھری ہو اور سمندر کا کنارہ بھی بڑا دور ہو، اور کشتی

چلانے والا ملاح بھی جواب دے دے تو اے اللہ پھر تیرا سوا کوئی بیڑا پار

نہیں کر سکتا۔“



ضمیمہ بسلسلہ قبر پرستی کے فروغ کے لیے شیطان کی تدبیریں

از حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

مشرکین عرب کا فلسفہ تقرب الہی

مشرکین اس بارے میں مسلمانوں ہی کے ہم خیال اور ہم عقیدہ تھے کہ امور عظام کے سرانجام اور جس چیز کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں اور اس کا ارادہ قطعی ہو جائے تو اس میں کسی غیر کا اختیار باقی نہیں رہتا۔ باقی دوسرے امور میں انھوں نے مسلمانوں سے الگ راستہ اختیار کیا تھا، ان کا خیال تھا کہ زمانہ ماضی کے صلحاء نے عبادت کی کثرت کی۔ اور خدا کا قرب حاصل کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو الوہیت (خدا کی اختیارات اور اوصاف) کا خلعت عطا فرمایا۔ اس بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے بندوں کی عبادت کے مستحق بن گئے۔ جیسے شہنشاہ کا کوئی غلام بادشاہ کی خدمت کا حق ادا کر دے تو شہنشاہ اس کو بادشاہی کا خلعت عطا فرماتا ہے اور اپنے ملک کے کسی شہر کا انتظام اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ تو اس طرح وہ شہر کے باشندوں کی سننے اور بات ماننے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ خدا کی بندگی جب ہی قبول ہو سکتی ہے جب ایسے مقبول اور برگزیدہ بندوں کی غلامی بھی اسی میں شامل ہو، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں سے اس قدر بالا و برتر ہے کہ براہ راست اس کی عبادت کچھ کارگر نہیں اور نہ ہی اس طرح اس دربار میں رسائی ہو سکتی ہے۔ ضروری ہے کہ ان مقربان الہی کی عبادت کی جائے تاکہ وہ اللہ تک پہنچا دیں۔ وہ کہتے تھے کہ یہ مقربین سنتے، دیکھتے اور اپنے (ماننے والوں) کی سفارش کرتے ہیں۔ اور ان کے معاملات کا انتظام کرتے اور ان کی مدد کرتے ہیں انھوں نے ان کے ناموں پر پتھر تراشے اور ان کو قبلہ توجہ بنا لیا۔ بعد میں وہ لوگ آئے جو ان بتوں اور جن کے نام پر یہ بتھے ان کے درمیان فرق کو نہیں سمجھ سکے اور انھوں نے ان کو بذات خود معبود سمجھ لیا۔

نورِ توحید

از شیخ الاسلام امام محمد رحمہ اللہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ أَفْضَلُ
الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ أَمَا بَعْدُ.....!!
اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ أَنْزَلَ مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا
وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِثْلَهُ
كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً
وَأَمَّا مَا يَبْتَغِعُ النَّاسُ فَيَمُكُّ فِي الْأَرْضِ﴾ (الرعد 13:16)

ترجمہ: کہئے اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اکیلا اور زبردست ہے۔ اس نے آسمان سے پانی برسایا اور ہر ندی نالہ اپنے طرف کے مطابق اسے لے کر چل نکلا۔ پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آگئے اور ایسے ہی جھاگ ان دھاتوں پر اٹھتے ہیں جنہیں لوگ زیور اور برتن وغیرہ بنانے کے لیے پکایا کرتے ہیں۔ اسی مثال سے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے معاملے کو واضح کرتا ہے جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نفع مند ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔“

چنانچہ یہی معاملہ امام محمد کی دعوتِ توحید کے ساتھ ہوا کہ سن ۱۱۵ھ میں جب امام محمد بن عبد الوہاب اور امیر محمد بن سعود نے توحید رب العالمین اور سننِ مصطفویہ کی ترویج و اشاعت کا بیڑا اٹھایا تو باطل نے بڑے زور و شور سے مقابلہ کیا اور دیکھتے ہی

دیکھتے جھاگ کی طرح حق پر (جو کہ صاف و شفاف پانی خالص سونے کی طرح تھا) چھا گیا۔ ترکوں، مصریوں، مزاروں کے گدی نشینوں اور انگریزوں نے وہابی وہابی کی ایسی رٹ لگائی کہ الامان والحفیظ اور ظالم و مشرک پاشا نے انھیں ملیا میٹ کرنے کی ٹھان لی اور لاؤ لٹکر لے کر ان پر فوج کشی کی۔ انھیں توحید الہی پھیلانے کے جرم میں توپوں سے اڑایا اور ان کی پاکیزہ لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندنا:

﴿وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾

(البورج: 85)

آستانوں کے گدی نشینوں اور مجاوروں کی اپنی مجبوری تھی۔ وہ غریب عوام کے نذرانوں سے جائیدادیں بنا رہے تھے۔ انھیں اس تحریک کی کامیابی سے گدیاں چھن جانے اور کسب و ہنر کے ذریعے روزی کما کر کھانے کی فکر گھائل کیے ہوئے تھی۔ اس لیے انھوں نے بھی پورا زور صرف کیا۔ ادھر برصغیر میں مجاہدین اسلام نے انگریزوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ اس لیے انگریزوں نے دین فروش مولویوں کے ذریعے لفظ وہابی کو ہوا بنا کر سادہ لوح مسلمانوں کو بیوقوف بنایا اور مجاہدین کے خلاف اتنی نفرت پیدا کی کہ عوام الناس، شیخ الاسلام کی تحریک کو سمجھ نہ سکے اور پروپیگنڈے سے متاثر ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بیان کی ہوئی مثال کے مطابق ایک عرصہ تک تو حق، باطل کے شور و غل میں دبا رہا۔ بعد میں باطل جھاگ کی طرح اڑ گیا اور اللہ تعالیٰ نے حجاز مقدس اور حرمین شریفین کو توحید کے علمبرداروں کے کنٹرول میں دے دیا اور جس تحریک اصلاح کی بنیاد شیخ الاسلام امام محمد بن عبد الوہاب نے شاہ ابن سعود کے تعاون سے رکھی تھی۔ اس کے نور سے عالم اسلام جگمگا اٹھا اور حجاز مقدس بلکہ جزیرۃ العرب، مصر، برصغیر پاک و ہند، افریقہ وغیرہ، نور توحید سے منور ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ شیخ الاسلام کی دعوت عربی میں تھی۔ اردو سے تعلق رکھنے والے طبقہ کی سہولت کے لیے بندہ نے رسالہ تفسیر کلمہ توحید کا ترجمہ، روانہ دوایا اور زبان میں کیا ہے تاکہ مسلمان نوجوان

اسے پڑھ کر اپنا عقیدہ درست کریں اور شرک کے اندھے اور گہرے کنویں میں گرنے سے بچیں اور جنت الفردوس کے وارث بن جائیں۔

نیز بندہ نے تصدیق (ابتدائیہ) کے طور پر ایک غیر جانبدار اور بین الاقوامی مؤرخ کی ایک تاریخی شہادت شامل اشاعت کی ہے جس کا اعتراف [الْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ] کے ضمن میں آتا ہے۔ امید ہے کہ مسلمان سکارلز اس تحریر کو دلچسپی سے پڑھیں گے۔ کیونکہ ”قدر زرزگر شناس و قدر جوہر جوہری“

فقیر الی اللہ العلی

عبدالجبار سلفی

مدیر مرکز تفہیم القرآن والسنة

چوک حجرہ شاہ معین ضلع اوکاڑہ

شیخ الاسلام والمسلمین کی دعوت کا اثر

(لوٹھرپ اسٹارڈاے ایم۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ہارورڈ یونیورسٹی آف امریکہ)

فاضل مصنف اٹھارویں صدی عیسوی میں اسلامی دنیا کے خوفناک سیاسی، معاشی اور اخلاقی زوال کے تذکرے کے بعد لکھتا ہے۔ (ترجمہ انکس سے اردو)

مذہب بھی دیگر امور کی طرح پستی میں تھا۔ تصوف کے طفلانہ توہمات کی کثرت نے خالص اسلامی توحید کو ڈھک لیا تھا۔ مسجدیں ویران و سنسان پڑی تھیں۔ عوام جہال، ان سے بھاگتے تھے اور تعویذ گنڈے اور مالا میں پھنس کر گندے فقراء اور دیوانے درویشوں سے اعتقاد رکھتے تھے اور بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے تھے اور ان کی پرستش بارگاہ ایزدی کے شفیع اور ولی کے طور پر کی جاتی تھی کیونکہ ان جہال کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا برتر ہے کہ وہ اس کی طاعات بلا واسطہ ادا نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کی اخلاقی تعلیم کو نہ صرف پس پشت ڈال رکھا تھا بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی۔ انیون و شراب خوری عام ہو رہی تھی۔ زنا کاری کا زور تھا اور ذلیل ترین اعمال قبیحہ کھلم کھلا بے حیائی کے ساتھ کیے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مقامات مقدسہ افعال قبیحہ کا قعر مذلت بن گئے تھے اور حج جس کو رسول اللہ ﷺ نے فرائض میں تعلیم کیا تھا، بدعات کی وجہ سے حقیر ہو گیا تھا۔ فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی اور محض بے روح رسمیات اور متبذل توہمات کے سوا کچھ نہ رہا تھا۔ اگر محمد ﷺ پھر دنیا میں آتے تو وہ اپنے پیروان کے ارتداد اور بت پرستی پر بیزارگی کا اظہار فرماتے۔ اس جہالت کے زمانہ میں وسیع عربی ریگستان یعنی مہد اسلام سے مومنین کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دینے والی صدا پیدا ہوئی۔ اس مخلص مصلح یعنی محمد بن عبد الوہاب نے ایسا نور ہدایت روشن کیا جو اسلامی دنیا کے ہر گوشے میں پھیل گیا اور اسلام

کو خواب غفلت سے بیدار کر کے قرونِ اولیٰ کے جوش کو تازہ کر دیا۔ مسلمانوں کی اہم نشانی تازہ جوش و خروش کا ہمیں سے آغاز ہو گیا۔

اس دیر نہ تر اور برتر عہد کی فضاء میں (محمد بن) عبد الوہاب کی صدا پیدا ہوئی۔ ابتداء ہی سے ان کو مطالعہ کتب اور مذہب کا شوق تھا اور بہت جلد ان کے علم اور تقدس کی شہرت ہو گئی۔ غفوان شباب ہی میں وہ حج بیت اللہ کو گئے۔ انھوں نے مدینہ میں بھی تحصیل علم کرنے کے بعد ایران تک کا سفر کیا اور بالآخر نجد واپس آئے۔ واپسی پر اپنے مشاہدات کے لحاظ سے ان کے دل میں غیظ و غضب پیدا ہوا اور انھوں نے بے لوث اصلاح کی تبلیغ کا مصمم ارادہ کر لیا۔

وہ سالہا سال اطراف عرب میں گھومتے رہے اور بالآخر انھوں نے قبیلہ سعود کے شیخ محمد کو جو نجد میں سب سے بڑے سردار تھے، اپنا ہم خیال بنا لیا۔ اسی سے (محمد بن) عبد الوہاب کو اخلاقی اقتدار اور مادی تقویت حاصل ہو گئی اور انھوں نے اس زریں موقع سے پورا فائدہ اٹھایا۔ بتدریج صحرائی عربوں میں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کی طرح سیاسی اور مذہبی اتحاد قائم ہو گیا۔ درحقیقت (محمد بن) عبد الوہاب پہلے خلفاء حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کے سچے پیرو تھے۔ سنہ ۱۷۸۷ء میں جب وہ فوت ہوئے تو سعود ان کے قابل جانشین ہوئے۔ جدید وہابی سلطنت قریب قریب مکہ کی خلافت کا نمونہ تھی۔ اگرچہ سعود کی فوجی طاقت زیادہ تھی لیکن انھوں نے اپنے آپ کو رائے عامہ کا پابند سمجھا اور اپنی رعایا کی جائز آزادی میں کبھی مداخلت نہ کی۔ طرز حکومت اگرچہ سخت لیکن عادلانہ اور اچھا تھا۔ وہابی قضاة لائق اور ایماندار تھے۔ امن عامہ ایسے کامل طور سے قائم کیا گیا تھا کہ رہزنی کا سدباب ہو گیا تھا۔ تعلیم سرگرمی سے پھیلائی جاتی تھی۔ ہر نخلستان میں مدرسے تھے اور بدوی قبائل میں معلم بھیجا جاتے تھے۔ تحریک اخوان دس سال ہوئے وسط عربستان یعنی نجد میں مجہول طور سے شروع ہوئی۔ یہ براہ راست وہابیت کی شاخ ہے جس سے یہ کسی اصول میں مختلف نہیں ہے۔ تحریک اخوان کی ترقی ایسی سرعت سے ہوئی کہ آج کل وہ نجد پر حاوی ہے اور اس کا

سرکردہ صحرائے عرب کا سب سے زبردست شیخ بن سعود ہے جو اس سعود کی اولاد میں ہے جو سو سال ہوئے وہابی تحریک کا سرکردہ تھا۔ اخوان کا مذہبی جوش غیر معمولی بتایا جاتا ہے اور اس کا مکمل نظام عمل وہی قدیم وہابی خواب یعنی تمام دنیا کے مسلمانوں کو خالص مذہب اسلام میں لانا ہے۔

دی نیوز ورلڈ آف اسلام کے صفحات کا اصل متن

As for feligion, it was as decadent as everything else. The austereheism of Mohammed had become overlaid with a rank growth of superstition and Puerile mysticism. The mosques stool unfrequented and ruinous deserted by the ignorant multitude, which, decked out in amulets, charms, and rosaries, listened to squalid fakirs or ecstatic dervishes, and went on pilgrimages to the tombs of "holy men," worshipped as saints and "intercessors" with that Allah who had become too remote a being for the direct devotion of these benighted souls. As for the moral precepts of the koran, they were ignored or defied. Wine-drinking and opium-eating were well-nigh universal, prostitution was rampant, and the most degrading vices flaunted naked and unashamed. Even the holy cities, Mecca and Medina, were sink-holes of iniquity, while the "Hajj," or pilgrimage ordained by the Prophet, had become a scandal through its abusés. In fine: the life had



apparently gone out of Islam, leaving naught but a dry husk of soulless ritual and degrading superstition behind. Could Mohammed have returned to earth, he would unquestionably have anathematized his followers as apostatis and idolaters.

Yet, in this darkest hour, a voice came crying out of the vast Arabian desert, the cradle of Islam. calling the fathful back to the true path. This puritan reformer, the famous Abd-el-Wahab, kindled a fire which presently spread to the remotest corners of the Moslem world, purging Islam of its sloth and reviving the fervour of olden days. The great Mohammedan Revival had begun.

Mahommed ibn Abd-el-Wahab was born about the year A.D. 1700 in the heart of the Arabian desert, the region known as the Nejd.

Into this atmosphere of an older and better age, Abd-el-Wahab was born. Displaying from the first a studious and religious bent, he soon acquired a reputation for learning and sanctity. Making the Meccan Pilgrimage while still a young man, he studied at medina and travelled as far as Persia, returning ultimately to the nejd. He returned burning with holy wrath at what seen, and determined to preach a puritan

reformation. For years he wandered up and down Arabia, and at last he converted Mahommed, head of the great clan of Saud, the most powerful chieftain in all the Nejd. This gave Abd-el-Wahab both moral prestige and material strength, and he made the most of his opportunities. Gradually, the desert Arabs were welded into a politico-religious unity like that effected by the Prophet. Abd-el-Wahab was, in truth, a faithful counterpart of the first caliphs, Abu bakr and Omar. When he died in 1787 his disciple, Saud, proved a worthy successor. The new Wahabi state was close counterpart of the Meccan caliphate. Though possessing great military power, Saud always considered himself responsible to public opinion and never encroached upon the legitimate freedom of his subjects. Government, though stern, was able and just. The Wahabi judges were competent and honest. Robbery became almost unknown, so well was the public peace maintained. Education was sedulously fostered. Every oasis had its school, while teachers were sent to the Bedouin tribes.

الْحَمْدُ لَوْلِيَّهِ وَالصَّلَاةُ عَلٰى نَبِيِّهِ

سوال مجدد الدعوة الاسلاميه شيخ الاسلام والمسلمين امام محمد بن عبد الوهاب سے کلمہ طیبہ یعنی [لا الہ الا اللہ] کے اصل مفہوم و معنی کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا۔

جواب اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہی کلمہ طیبہ [لا الہ الا اللہ] کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والا ہے اور یہی کلمہ التقویٰ ہے اور یہی عروۃ الوثقیٰ یعنی مضبوطی زنجیر ہے اور یہی وہ چیز ہے جسے جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے باقی رہنے والا کلمہ فرمایا۔ ان سے اس پر کار بند رہنے کا عہد لیا) تاکہ وہ اسے حرز جاں بنالیں۔ اس کلمہ کے پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے حقیقی مقصد سے غافل ہو کر محض زبان سے اس کا اقرار اور ورد کر لیا جائے۔ کیونکہ اس طرح کا اقرار اور ورد تو وہ منافقین بھی کرتے ہیں جو قیامت کے دن جہنم میں کفار سے بھی نچلے درجے میں ہوں گے۔ حالانکہ وہ نماز بھی ادا کرتے ہیں اور صدقہ بھی دیتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کا حقیقی مقصد

اس کلمہ طیبہ کے پڑھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کے معانی و مطالب کو سمجھتے ہوئے دل کی گہرائی اور کامل محبت سے اس کا اقرار کیا جائے اور اس کلمہ (کے تقاضوں پر پورا اترنے) والوں کے ساتھ پیار کیا جائے اور اس کے مخالفوں سے بغض اور عداوت رکھی جائے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے فرمان سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:

[مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا]

”جس نے خلوص دل سے [لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ] کا اقرار کیا۔“

ایک روایت میں ہے: [خَالِصًا مِنْ قَلْبِهِ] کہ جس نے خلوص دل سے اس کی تصدیق کی۔ اور ایک حدیث میں ہے [صَادِقًا مِنْ قَلْبِهِ] کہ جس نے سچے دل سے اس کا اقرار کیا۔

ایک اور حدیث میں (اس طرح) ہے:

[مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَفَّرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ]

”کہ جس شخص نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں

اور اللہ کے سوا جن کی پرستش کی جاتی ہے ان کا انکار کیا۔“

اس قسم کی اور احادیث بھی ہیں جو اس کلمے کی شہادت کے متعلق اکثر لوگوں کی غلط فہمی کا پتہ دیتی ہیں (جو اخلاص اور اس کے تقاضے سے غافل ہو کر سمجھتے ہیں کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھنے لینے سے جنت مل جائے گی۔)

کلمہ طیبہ کا اصلی مفہوم

معلوم ہونا چاہیے کہ اس کلمہ میں نفی بھی ہے اور اثبات بھی! اس میں اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوقات سے الوہیت کی نفی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت نبی کریم ﷺ اور جبرائیل امین علیہ السلام سے بھی (کہ یہ بھی متصرف فی الامور اور حاجت روا اور مشکل کشا نہیں۔ اور نہ ہی یہ رکوع و سجود کے مستحق ہیں اور نہ ہی ان کے نام پر نذر و نیاز دی جا سکتی ہے۔) چہ جائیکہ دوسرے اولیاء اور بزرگوں کو اللہ (حاجت روا و مشکل کشا دیوتا) سمجھا جائے اور ان میں یہ چیزیں ثابت کی جائیں۔

جب آپ اس بات کو سمجھ گئے تو اس الوہیت کے متعلق سوچئے جسے رب العزت نے اپنے لیے ثابت کیا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور جبرائیل امین علیہ السلام وغیرہم سے اس کی نفی کی ہے کہ وہ ذرہ برابر بھی الوہیت کے مستحق نہیں۔

الْوَهِيَّتْ كَيَا هِيْ؟

معلوم ہونا چاہیے کہ یہی وہ الوہیت ہے جسے (آج کل) ہمارے زمانہ کے عوام ولایت اور سر (معرفت) کہتے ہیں اور اللہ کا معنی وہ ولی جس میں سر ہو اور ایسے ولیوں کو فقیر اور شیخ بھی کہتے ہیں۔ اور عام لوگ انھیں سید وغیرہ ناموں سے تعبیر کرتے ہیں۔ (جیسے غوث، قطب، ابدال، دہگیر، غریب نواز وغیرہ) ان سب کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کچھ لوگوں کو خواص کا مرتبہ دیا ہے اور وہ اس بات سے راضی ہوتا ہے کہ عوام ان سے فریاد کریں اور ان کی پناہ پڑیں اور ان سے استغاثہ کریں اور انھیں اپنے اور اللہ کے درمیان واسطہ اور وسیلہ بنائیں۔ ہمارے زمانے کے جاہل یا مشرک لوگ انھیں (مشکل کشا) کہتے ہیں اور (کسی مدفون یا غائب شخصیت کو اپنی فریادری کے لیے) واسطہ یا وسیلہ بنانا ہی اللہ بنانا ہے اور انسان کا لا الہ الا اللہ کہنا ان واسطوں، وسیلوں کا ابطال کرنا ہے۔

قابل غور چیزیں

اگر آپ مکمل طور پر اس حقیقت کو سمجھنا چاہتے ہیں تو دو چیزوں پر غور کریں۔ ایک تو یہ کہ وہ کفار جن کے ساتھ حضرت محمد ﷺ نے لڑائیاں لڑیں اور انھیں قتل کیا اور ان کے مال لوٹے اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنایا۔ وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ کے سوا نہ کوئی رزاق ہے نہ خالق اور نہ اس کے سوا کوئی زندہ کرنیوالا ہے اور نہ ہی اس کے سوا کوئی دنیا کے کاموں کی تدبیر کرنے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ان کا اقرار بیان کیا ہے کہ:

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ
وَ الْأَبْصَارَ وَ مَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ
الْحَيِّ وَ مَنْ يُدْبِرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ﴾ (یونس: 31)

”اے پیغمبر! ان سے پوچھیے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ یا آنکھوں اور کانوں کا مالک کون ہے؟ اور زندہ کو مردے اور مردے کو زندہ سے کون نکالتا ہے؟ اور سب کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ یہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ۔“

یہ مسئلہ بہت بڑا اور اہم ہے کہ جب کفار ان سب باتوں کی گواہی دیتے تھے اور ان سب چیزوں کا اقرار نے نہ تو انہیں اسلام میں داخل کیا اور نہ ہی ان کے اموال اور ان کے خون کو حرام کیا۔ حالانکہ وہ صدقہ دیتے تھے اور حج اور عمرہ کرتے تھے اور خوفِ الہی سے عبادت کرتے تھے اور کچھ حرام اشیاء کو ترک بھی کرتے تھے۔

اللہ کو رازق و خالق ماننے والے کافر کیوں قرار پائے؟

وہ امر جس نے انہیں کافر قرار دیا اور ان کے مال و دولت اور ان کے خون کو حلال ٹھہرایا، وہ یہ کہ انہوں نے اللہ رب العزت کے لیے توحید الوہیت کی گواہی نہ دی تھی۔

توحید الوہیت

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ نہ تو کسی (غائب یا قبر میں مدفون شخصیت کو پکارا جائے اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی سے امید وابستہ کی جائے اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی سے معنوی امور میں یعنی شفاء، طلب اولاد وغیرہ کے لیے) استغاثہ کیا جائے اور نہ ہی اللہ کے علاوہ کسی کے نام پر ذبح کیا جائے اور نہ ہی اس کے سوا کسی کے نام پر نذر و نیاز دی جائے کیونکہ یہ عبادات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں، خواہ وہ غیر اللہ کوئی مقرب فرشتہ ہو یا نبی مرسل ہو۔ جو کوئی شخص غیر اللہ سے (ماوراء الاسباب معنوی امور میں) استغاثہ کرے یا اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے یا ان کے نام کی نذر مانے وہ اسلام سے خارج ہو جائے گا اور کافر ہو جائے گا۔

ان سب باتوں سے بڑھ کر آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ مشرکین عرب جن

سے رسول اللہ ﷺ نے لڑائیاں لڑیں، وہ مقرب فرشتوں اور حضرت عیسیٰ اور عزیر علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں اور ان جیسے نیک بزرگوں کو پکارتے تھے پھر بھی انھیں کافر قرار دیا گیا۔ حالانکہ وہ اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق و رازق اور مدبر الامور ہے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا تو آپ کو لا الہ الا اللہ کا معنی بھی سمجھ میں آ گیا اور آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو شخص کسی جلیل القدر پیغمبر یا مقرب فرشتے کا قصد کرے یا اسے پکارے یا اسی سے استغاثہ کرے تو وہ اسلام سے کارج ہو گیا اور یہی وہ کفر ہے جس کی بناء پر رسول اکرم ﷺ نے ان سے لڑائیاں لڑیں۔

ایک سوال:

اگر مشرکین میں سے کوئی شخص یہ کہے کہ ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق و رازق اور دنیا کے کاموں کو چلانے والا ہے لیکن۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرب ہوں اور ہم جو انھیں پکارتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں یا ان کے آستانوں پر جا کر ان سے استغاثہ کرتے ہیں تو اس سے ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کا اللہ کے ہاں بڑا مرتبہ ہوتا ہے اور وہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے ورنہ ہم سمجھتے ہیں کہ خالق و مالک اور دنیا کے کام چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

جواب:

تو آپ اسے جواب دیں کہ یہی عقیدہ ابو جہل وغیرہ مشرکین کا تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتوں اور ولیوں کو پکارتے تھے اور ان سے سفارش طلب کرتے تھے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کا عقیدہ اس طرح بیان کیا ہے:

﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ﴾ (الزمر: 39)

”اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو اولیاء بنا لیا ہے (وہ کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔“

﴿وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ (یونس: 18)

اور وہ لوگ اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہیں جو نہ انہیں نفع دے سکتے نہ نقصان اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔“

جب آپ مکمل طور پر غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کفار مکہ اس بات کی شہادت دیتے تھے کہ خلق اور رزق اور تدبیر امور میں اللہ یکتا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام، فرشتوں اور ولیوں کی پرستش سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ انہیں اللہ کے قریب کر دیں گے اور اس کے حضور ان کی سفارش کریں گے۔

اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ کفار میں بالخصوص عیسائی رہبان (پوپ، سینٹ) لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اپنے گرجوں، چرچوں اور کنیسوں (عبادت خانوں) میں دن رات اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور زاہدانہ زندگی گزارتے ہیں اور جو کوئی ان کے پاس جائے اسے صدقہ بھی دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ کافر اور اللہ کے دشمن اور دائمی جہنمی ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے عقیدہ کے سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر اولیاء کو پکارتے ہیں اور ان کے نام پر ذبح بھی کرتے ہیں اور ان کے نام کی نیاز بھی دیتے ہیں۔ اب آپ پر واضح ہو گیا ہے کہ وہ اسلام جس کی طرف ہمارے پیارے رسول ﷺ نے دعوت دی وہ کیا ہے؟

اور آپ پر یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اکثر عوام اسلام کے اس بنیادی عقیدے سے کس قدر دور ہیں؟ (اور گمراہی کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں) اور آپ پر آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کا مفہوم بھی ظاہر ہو گیا کہ:

[بَلَدَةُ الْإِسْلَامِ غَرِبْنَا وَسَيَعُوذُ غَرِبْنَا كَمَا بَدَأَ]

”اسلام غربت سے شروع ہوا تھا اور عنقریب اس طرح غریب بن کر لوٹے گا جس طرح اس کی ابتداء ہوئی تھی۔“

میرے بھائیو! میں تمہیں اللہ رب العزت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم اڈل تا

آخر مکمل طور پر اپنے اصل دین کو مضبوطی سے پکڑو۔ اس کی بنیاد لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے اور اس کا معنی سمجھو اور اس کلمہ سے والہانہ محبت رکھو اور اس کلمہ طیبہ کے تقاضے پورے کرو اور اس کے تقاضا پورے کرنے والوں سے محبت کرو، خواہ وہ تم سے دور ہوں۔ اور طاغوتو (ومعبودان باطلہ) کا انکار کرو اور ان کے پرستاروں سے بغض و دشمنی رکھو اور ان سے محبت رکھنے والوں یا ان کا دفاع کرنے والوں سے نفرت کا اظہار کرو اور انہیں کافر نہ کہنے والوں سے بغض رکھو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ہمیں ایسے لوگوں سے کوئی سروکار نہیں یا یہ کہے کہ اللہ نے ہمیں اس کا مکلف نہیں بنایا تو ایسے شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا مکلف بنایا ہے اور ہم پر ان سے قطع تعلق لازم کیا ہے اگرچہ وہ ہماری اولاد یا ہمارے بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ کے بندو! ان ضروری باتوں پر کار بند ہو جاؤ تاکہ تم اللہ رب العزت سے اس حال میں ملو کہ تمہارا دامن شرک سے پاک ہو اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔

[اللَّهُمَّ تَوَقَّنَا مُسْلِمِينَ وَالْحَقْنَا بِالصَّالِحِينَ]

آخری گزارش

ہم اپنی گزارش کو اس آیت مبارکہ سے ختم کرتے ہیں جو رب العزت نے اپنی پاک کتاب قرآن حکیم میں بیان کی ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آج کل کے مشرکین کا کفران مشرکین سے کس قدر بڑا ہے جن کے ساتھ ہمارے ہادی اعظم سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے لڑائی لڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلُّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَاهَ فَلَمَّا نَجَّكُم إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا﴾

(الاسراء: 67)

”اور جب تمہیں سمندر میں مصیبت پہنچتی ہے (سمندری طوفان میں ڈوبنے

کا خطرہ ہوتا ہے) تو اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہو، وہ سب گم ہو جاتے ہیں۔ جب وہ تمہیں ساحل پر پہنچا دیتا ہے تو تم منہ موڑ لیتے ہو اور انسان بڑانا شکر ہے۔“

اب آپ نے سمجھ لیا کہ اللہ رب العزت نے کفار کے متعلق بیان کیا ہے کہ انہیں جب مصیبت پڑتی تو وہ اپنے پیروں اور مشائخ کو چھوڑ دیتے اور ان سے استغاثہ (فریاد) نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کو پکارتے اور اکیلے اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کرتے۔ جب مصیبت ٹل جاتی تو پھر دوسروں کو پکار کر شرک میں مبتلا ہو جاتے۔

اور آپ آج کل کے مشرکین کو دیکھ رہے ہیں اور شاید ان میں چند مدعیان علم بھی ہوں اور وہ عبادت بھی کرتے ہوں اور زاہد بھی بننے ہوں۔ جب انہیں مصیبت گھیر لیتی ہے تو کھڑے ہو کر اللہ کے سوا دیگر مشہور اولیاء کرام مثلاً پیر عبدالقادر جیلانی وغیرہم کو پکارتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر حضرت زید بن خطاب اور حضرت زبیر کے نام کی دہائی دیتے ہیں۔ مزید ان سے بھی آگے بڑھ کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو پکارتے ہیں۔ (حالانکہ آپ کی زندگی میں ایک شخص نے آپ کے سامنے [مَا شَاءَ اللَّهُ وَ مَا شِئْنَا] یعنی ”جیسے اللہ اور آپ ﷺ چاہیں۔“ کہا تو آپ نے اسے ڈانٹ پلائی اور سختی سے منع کیا۔) (ہدیۃ طیبۃ تفسیر کلمۃ طیبہ از امام محمد رحمہ اللہ)

مشرکین مکہ کے الہ کیسے تھے؟

امام الہند مفسرین قرآن حضرت مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم و مغفور اپنی گریاں مایہ تفسیر ترجمان القرآن میں فرماتے ہیں کہ قرآن نے جا بجا یہ حقیقت واضح کی ہے کہ روحانی اعتماد کے ساتھ ایک بااثر ہستی کو پکارنا بندگی کا ایسا فعل ہے جو صرف اللہ ہی کے لیے ہونا چاہیے اگر کسی ہستی کے لیے کیا گیا تو یہ شرک ہو گا یہی مقام ہے جہاں پیروان مذہب نے ٹھوکر کھائی۔ وہ تو حیدر بلو بیت میں نہیں کھوئے گئے کیونکہ خالق و

رب تو اللہ ہی کو مانتے تھے۔ توحید الوہیت میں گمراہ ہو گئے یعنی اپنی دعاؤں اور منتوں، مرادوں کے لیے بہت سے آستانے بنا لیے جسے قرآن ”إله“ بنا لینے سے تعبیر کرتا ہے۔ (ترجمان القرآن جلد دوم، ص: ۳۹، مطبوعہ مکتبہ سعدیہ ناظم آباد نمبر: ۲ کراچی)



ضمیمہ بسلسلہ قبر پرستی کے فروغ کے لیے شیطان کی تدبیریں

نکتہ توحید

اللہ رب العزت نے انبیائے کرام ﷺ کو جن اقوام کے پاس تبلیغ کے لیے بھیجا۔ ان میں سے کوئی قوم ایسی نہ تھی جو اللہ احکم الحاکمین کی ربوبیت اور حاکمیت کو تسلیم نہ کرتی ہو۔ البتہ ابلیس ملعون نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ جیسے دنیاوی بادشاہوں تک بغیر واسطے وسیلے کے رسائی ممکن نہیں، اسی طرح اللہ رب العالمین کے دربار میں بھی ولیوں کے واسطے وسیلے کے بغیر رسائی ممکن نہیں۔

چنانچہ اس ملعون نے نوح علیہ السلام کی قوم کو بڑے ڈرامائی انداز سے قتل اور زنا سے بھی بڑے گناہ (شرک) میں مبتلا کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سورۃ نوح کی آیت ۲۳ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ، سواع، یثوث، یحوق اور نسر قوم نوح کے پانچ بڑے بزرگ تھے جن کی ولایت کا چرچا عام تھا اور لوگوں کو ان کی مجلس میں روحانی سرور اور لذت نصیب ہوتی تھی اور سب کے سب مل کر اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتے تھے۔

جب یہ بزرگ فوت ہو گئے تو لوگوں کو بڑا غم ہوا اور وہ اس روحانی لذت میں کمی محسوس کرنے لگے جو انھیں بزرگوں کی محفل میں نصیب ہوتی تھی۔ چنانچہ ابلیس لعین نے انھیں مشورہ دیا کہ اب وہ بزرگ تو زندہ نہیں ہو سکتے البتہ ان کے مجسمے (بت) بنا کر اپنی عبادت گاہوں میں نصب کر لو تا کہ ان مجسموں کو دیکھ کر ان کی روحانی مجالس کی یاد تازہ رہے اور عبادت الہی میں ویسا ہی سرور حاصل ہو سکے، جیسا کہ ان کی موجودگی میں حاصل ہوتا تھا، چنانچہ لوگوں نے بطور یادگار ان کے مجسمے بنا کر عبادت گاہوں میں نصب کر دیے اور ان کی پوجا نہ کی بلکہ خالص اللہ ہی کو پکارتے اور اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے۔ جب یہ نسل فوت ہو گئی تو شیطان نے ان کی اولاد سے کہا کہ تمہارے

آباؤ اجداد تو ان بزرگوں سے مانگتے تھے اور ان کی حاجتیں ان کے واسطے اور وسیلے سے پوری ہوتی تھیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی اولاد ان ولیوں کی پوجا کرنے لگی۔ (صحیح بخاری ۷۳۲، اغاثۃ المہفان ۱/۲۰۳، جلد دوم: ۲۰۵، بحوالہ تفسیر ابن جریر)

بتوں کے متعلق اہل مکہ کا نظریہ

آگے چل کر یہی بیماری عمرو بن لُحی خزاعی کے سبب مکہ میں بھی آگئی اور بیت اللہ میں بھی تین سو ساٹھ (360) مجسمے نصب ہو گئے اور لوگوں نے یہ سمجھ کر انھیں پکارنا شروع کر دیا کہ یہ بت بزرگوں کی روحوں کا مرکز ہیں اور جب انھیں پکارا جاتا ہے تو یہ روحمیں اللہ کے دیے ہوئے اختیارات سے اپنے پجاریوں کی مشکل حل کر دیتی ہیں۔ (الفوز الکبیر مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

چنانچہ مشرکین مکہ نارٹل (عام) حالات میں انھیں دیوتا اور سفارشی سمجھ کر پکارتے اور حاجت روائی اور مشکل کشائی کی غرض سے ان کے آستانوں پر جاتے اور وہاں نذر و نیاز دیتے اور وہاں اعکاف یا چلہ کشی کرتے۔ البتہ جب کڑی مشکل پیش آتی تو انھیں چھوڑ کر صرف اللہ کو پکارتے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَبَّيَّةٍ وَفَرَحُوا بِهَا جَاءَتْهَا غَائِبٌ رِيحٌ غَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنِ أَنْجَبْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴾ (یونس 22:10)

”اللہ وہی تو ہے جو تم کو خشکی اور تری میں سیر کراتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ ان (سواروں) کو خوشگوار ہوا کے ساتھ لے کر چلتی ہیں اور وہ خوش ہوتے ہیں تو ایک تند ہوا آتی ہے اور ہر طرف سے پانی کی موجیں آتی ہیں۔ (جن سے کشتی غرق ہونے کا خطرہ

ہوتا ہے) اور وہ سمجھتے ہیں کہ اب گھر گئے۔ تو پھر خالص عقیدہ توحید کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس کڑی مصیبت سے نجات دے دے تو ہم تیرے شکر گزار بن جائیں گے۔“
دوسرے مقام پر ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ (العنکبوت: 29: 65)
”جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو خلوص عبادت سے پکارتے ہیں جب وہ انھیں (سمندر سے ڈوبنے سے) بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔“

چنانچہ فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اپنے قتل ہونے کے خوف سے ملک یمن میں پناہ لینے کے لیے ساحل سمندر پر پہنچ گئے اور کشتی میں سوار ہو کر بحری سفر عبور کرنے لگے کہ اچانک تند و تیز آندھی نے آگھیرا تو کشتی والوں نے کہا کہ اب صرف اللہ کو پکارو کیونکہ ہمارے حاجت روا اور مشکل کشا معبود (اللہ) یہاں ہمیں نہیں بچا سکتے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا اگر یہاں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں بچا سکتا تو پھر خشکی میں بھی اللہ کے علاوہ اور کوئی بچانے والا نہیں۔ وہیں عہد کیا کہ اگر اللہ مجھے سلامت لے گیا تو میں ضرور محمد ﷺ کی بیعت کر لوں گا۔ چنانچہ انھوں نے آکر آپ کی بیعت کر لی اور مسلمان ہو گئے۔ (نسائی، البودادۃ، بحوالہ جمع الفوائد: جلد: دوم)

جب ابرہہ کافر نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تو اس وقت مشرکین عرب کے تین سو ساٹھ حاجت روا اور مشکل کشا معبود حرم پاک میں پڑے ہوئے تھے لیکن جناب عبد المطلب نے ان کے واسطے وسیلے چھوڑ کر خالص اللہ کو پکارا کہ اے اللہ تو ہی ہمیں اس ظالم سے بچا اور اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ (تفسیر معالم التنزیل مع تفسیر خازن جلد: ۷ ص: ۲۳۳)

الغرض بتوں کے متعلق مشرکین عرب کا نظریہ یہ نہیں تھا کہ وہ خالق کائنات ہیں یا فَاطِرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ان کے اندر بیٹھا ہوتا ہے بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ جن ہستیوں اور شخصیتوں کی یہ مورثیں ہیں، ان کی روہیں ان میں آتی ہیں اور روحانی تصرف کو کے ان کی مشکلات حال کرتی ہیں یا اللہ تعالیٰ کے ہاں پجاریوں کی سفارش کرتی ہیں۔

اللہ (معبود) کی تعریف

سابقہ گزارشات سے صاف معلوم ہو گیا کہ وہ بتوں کو اللہ نہیں بلکہ ”اللہ“ سمجھ کر پکارتے تھے اور اللہ کا معنی یہ ہے کہ:

[هُوَ الْمَالُوهُ بِالْعِبَادَةِ هُوَ الَّذِي تَالَهُهُ الْقُلُوبُ لِحُصُولِ نَفْعٍ وَ دَفْعِ ضَرَرٍ]

کہ اللہ وہ ہے جس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اس کی عبادت کی جائے اور جس کو دل چاہتے ہوں اور مشکل کشائی و حاجت روائی کے لیے اس کا قصد کرتے ہوں۔“ (الجامع الفرید مطبوعہ الریاض سعودی عرب)

سادہ لفظوں میں اللہ کی تعریف یہ ہے کہ جس کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا جائے اور اس کے سامنے نیاز مندانه سر جھکایا جائے اور اس کے نام کی نذر و نیاز دی جائے۔ تو جس کسی نے اللہ کے سوا دوسرے کے سامنے نیاز مندانه سر جھکایا اور اس کے نام کی نذر و نیاز دی یا اسے حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا تو اس نے اسے اللہ بنا لیا۔

مشرکین مکہ نے ایسے کئی اللہ (غوث، قطب، بنا رکھے تھے۔ چنانچہ وہ ان پر توکل و امید کر کے ان کے آستانوں پر جاتے اور وہاں سر جھکاتے اور ان کے نام کی نذر و نیاز دے کر ان سے فریادیں کرتے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے معبودوں کا تذکرہ بھی کر دیا جائے تاکہ ہمارے قارئین کرام! اچھی طرح سمجھ جائیں وہ کون تھے؟

مشرکین مکہ کے آلہتہ کا تعارف

مشرکین مکہ جن ہستیوں کو دیوتا سمجھ کر پوجتے تھے وہ ہبل، لات، منات، عزی، اساف، نائلہ اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام وغیرہ تھے۔

(۱) ہبل:

ایک انسانی شکل کا جسمہ تھا۔ وہ سرخ عقیق سے بنا تھا۔ جب اسے مکہ لایا گیا تو اس کا ایک بازو ٹوٹا ہوا تھا تو قریش نے وہ بازو سونے کا بنا دیا اور بیت اللہ میں لا کر رکھ دیا۔ (اغاثۃ اللہفان: ۲/۲۱۵)

فیض الباری شرح صحیح بخاری میں علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیری بصیغہ ترمیض ذکر کرتے ہیں کہ یہ بت حضرت ہابیل کا تھا جسے قابیل نے ظلماً قتل کر دیا تھا۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ جس طرح سیدنا حسین بن علی المرتضیٰؑ کو ظلماً شہید کیا گیا تھا، اسی طرح اسے بھی ظلماً شہید کیا گیا تھا۔ چنانچہ دونوں کے متعلق غلو شروع ہو گیا۔ لہذا جس طرح آج کل یا علی یا حسین کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے، اسی طرح اس ہبل کا نعرہ بھی بلند کیا جاتا تھا۔

(۲) لات:

کے متعلق ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں

[كَانَ اللَّاتُ يَلْتُكَ السَّوِيْقُ لِلْحَاجِّ فَلَمَّا مَاتَ عَكْفُوًا عَلَى قَبْرِه] (صحیح بخاری: ۲/۷۲۰، كَانَ تَالِثًا لِلْحَاجِّ مَعَالِمَ التَّنْزِيلِ: ۶/۲۱۷)

”یہ بزرگ (ستوشاہ) حجاج کرام کو ستو بھگو کر پلایا کرتا تھا۔ جب یہ فوت ہو گیا تو مشرکین نے طائف میں تھا۔“

(۳) منات:

ایک بہت قدیم بہت تھا اور عرب اس کے ساتھ نام بھی رکھتے تھے۔ عبدمنات،

زید منات (جیسے ہمارے ہاں غلام و سنگیر وغیرہ نام رکھے جاتے ہیں) اس کا آستانہ ساحل سمندر پر قدید کے مقام پر تھا۔“ (معالم التنزیل: ۶/۲۱۷)

(۴) عزوی:

بت مکہ اور طائف کے درمیان مقام نخلہ ر ایک درخت تھا۔ یہاں آستانہ تھا اور اس پر پردے ڈالے ہوتے تھے اور قریش اس کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔ جنگ احد میں ابوسفیان نے اس کا اور ہبل کا نعرو لگایا تھا۔ (ایضاً رواہ ابن القیم فی الحدی) قریش جب کعبہ کا طواف کرتے تو پڑھتے تھے:

وَاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ ، وَ مَنَاةَ النَّائِثَةِ الْأُخْرَىٰ
إِنَّهِنَّ الْعَرَابِيُّ الْقُلْبَىٰ ، وَإِنْ شَفَاعَتُهُنَّ لَتُرْجَىٰ

”لات، عزوی، اور تیسرا منات۔ یہ بڑی برگزیدہ ہستیاں ہیں اور اللہ کے ہاں ان کی سفارش کی امید کی جاتی ہے۔“

(۵) مریم علیہا السلام:

رسول کریم ﷺ جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصویریں ہیں۔ (صحیح بخاری: ۴۷۱)

(۶) حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام:

فتح مکہ کے دن آنحضرت ﷺ کے لیے بیت اللہ کھولا گیا تو آپ نے اس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا۔ (کیونکہ اس میں بت تھا) آپ نے حکم دیا کہ اندر رکھے ہوئے معبود باہر نکال دیے جائیں۔ [فَأَمَرَ بِالْأَلِهَةِ فَأُخْرِجَتْ] چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں باہر نکالا۔ ان میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کے بت بھی تھے اور مشرکین نے ان کے ہاتھوں میں تیر تھمار کھے تھے۔ (بخاری شریف: ۳۱۸/۱)

۷۔ اساف اور نائلہ:

ان دونوں نے حرم مکی میں بدکاری کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بدکاری کی

حالت میں مار کر پتھر بنا دیا۔ اہل مکہ نے عبرت کی خاطر ان کے بت باہر نصب کر دیے تھے لیکن بعد والوں نے انھیں بزرگ قرار دے کر پوجنا شروع کر دیا۔ (اعانۃ المہفان: جلد دوم، احسن التفسیر، جلد آخر)

ہمارے ملک میں مائی ہیر اور بابا رانجھا کے مزار بھی اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ ان کے علاوہ وَد، سَوَاعِیُفُوْث، نَسْر اور ذُو الْخَلْصَہ، عَمِ اَنَس (عمی انس) وغیرہ کے آستانے بھی خوب آباد تھے اور ان کے میلوں (عرسوں) میں مرد اور عورتیں شرکت کرتی تھیں۔ وہاں نذرانے دیے جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اقرار

یہ تھے ان کے الہ اور وہ مشرکین انھیں بارگاہ الہی میں سفارشی اور کچھ صفات اور اختیارات میں ساجھی کی حیثیت سے پکارتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے اور کہتے [لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ] اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں۔“ آحضرت ﷺ فرماتے ہیں [وَيَلْبِكُمْ] یعنی ”تمہاری خرابی ہو“ یہیں تک رہنے دو آگے کچھ نہ کہو۔ وہ اس کے آگے کہتے تھے۔

[أَلَا الَّذِي هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ] (صحیح مسلم، باب التلمیذ، صفحہ ۱۰۰)

مگر ایسا شریک ہے وہ بھی تیرا ہی بنایا ہوا ہے۔ اے اللہ تو اس کا بھی مالک ہے۔ وہ بذات خود کسی چیز کا مالک نہیں یعنی وہ بھی تیرے ہی بنائے ہوئے ہیں اور تو نے ہی انھیں اختیارات بخشے ہیں۔“

یہ ہے ان کے عقائد کی تھوڑی سی تفصیل جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں مشرک ٹھہرایا اور ایسے مشرکانہ عقائد رکھنے والوں کے متعلق قرآن مجید میں ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ

النَّارُ﴾ (المائدہ: ۵: ۷۲)

”جو کسی نے اللہ سے شرک کیا، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے۔“

انبیاء کی بعثت کا اصلی مقصد

اور ایسے ہی گندے عقیدے کی تردید کے لیے انبیاء و رسل مبعوث ہوئے اور کتابیں نازل ہوئیں اور حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک سب پیغمبر یہی کہتے رہے۔

﴿يَقُومُوا لِعِبَادَةِ اللَّهِ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ (هود 50:11)
 ”اے میری قوم! اللہ ہی کی (مالی، بدنی، قلبی) عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی الہ (مشکل کشا و حاجت روا) معبود نہیں۔“

قوم ہود کا موقف

جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت توحید دی تو انھوں نے جواب دیا:
 ﴿قَالُوا آجِئْنَا لِنُعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَدْرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا﴾
 (الاعراف 70:7)

”کہ تو اس لیے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور اپنے آباء و اجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں۔“

غور فرمادے انھوں نے اللہ کی عبادت سے انکار نہیں لیکن اس کے ساتھ اپنے الہوں (قطبوں، دیوں) کی پرستش چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں عذاب سے نیست و نابود کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت توحید پر مشرکین کا جواب

جب رسول اکرم ﷺ نے مشرکین مکہ کو دعوت توحید دی:

﴿وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ (البقرة 2:163)

”تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی الہ نہیں۔ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔“
وہ کہتے تھے:

﴿اجْعَلْ الْاِلٰهَةَ الْاِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجَابٌ﴾ (ص:38:5)
”کیا اس نے سب معبودوں کے بجائے ایک الہ کر دیا۔ یہ بڑے تعجب کی بات ہے۔“

یعنی یہ عجیب پیغمبر ہے جو کہتا ہے کہ صرف اللہ ہی الہ ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

یہ تھا اسلام کا مشرکین سے جھگڑا۔ اسلام کہتا [لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ] کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی الہ نہیں۔ مشرکین اس کلمہ توحید کا انکار کرتے اور کہتے کہ اللہ کے علاوہ اور بھی الہ ہیں، جن کی عبادت کر کے ہم تقرب الہی حاصل کرتے ہیں اور یہ کہ ہم انھیں ﴿شُفَعًا وَاُنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ اور ﴿يَلْقَوْنَ اِيَّاهُ بِاللّٰهِ زُلْفٰى﴾ کے طور پر پوجتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خال و مالک ہونے کے بارے میں تو اسلام کا ان سے جھگڑا ہی نہ تھا۔ کیونکہ نہ صرف یہ کہ وہ اللہ کے وجود کے اقراری تھے بلکہ وہ تو یہ بھی مانتے تھے کہ سب قوتوں، خزانوں اور تصرفات کا مالک اللہ ہی ہے۔ اس بات کے ثبوت کے لیے سورق یونس آیت: ۳۱، اور سورۃ مومنون، آیت: ۸۴ تا ۸۹ کا مطالعہ کریں۔

مقام غور و فکر

قارئین کرام! یہ تھا مشرکین جاہلیت کا موقف اور ان کی بت پرستی کا راز، جسے اللہ تعالیٰ نے شرک اکبر قرار دیا اور اس کے مرتکبین کو ہمیشہ کے لیے جہنمی ٹھہرایا۔ مگر یہ کہ وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لیں اور رسول اکرم ﷺ نے 23 سالہ دور نبوت میں پورے 13 سال اس کی تردید میں صرف کیے۔ بالآخر حرم محترم اور جزیرۃ العرب کو ان ماضی الہوں سے ماک کر دیا۔ فتح مکہ کے دن حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور دوسرے بزرگوں کو بتوں کو بیت اللہ شریف سے نکال کر باہر پھلکوا دیا اور مشرکین عرب کے لات و عزی اور منات جیسے بزرگوں کے آستانوں کو اپنے حکم سے ملیا میٹ کروا دیا اور اعلان عام کیا کہ میری قبر پر بھی میلا اور عرس نہ لگانا:

[لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عَيْدًا وَ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلَغُنِي حَيْثُمَا كُنْتُمْ] (ابوداؤد)

علاوہ ازیں پختہ قبریں بنانے اور ان پر آستانہ تعمیر کرنے سے منع کر دیا:

[نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقُبُورُ وَإِنْ يَقْعُدَ عَلَيْهِ وَ إِنْ يُبْنَى عَلَيْهِ] (مسلم)

بلکہ یہ بھی فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیتے تھے۔ خبردار! تم ایسا نہ کرنا، میں تمہیں اس بات سے روکتا ہوں:

[إِلَّا مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدًا إِلَّا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ إِنِّي أَنهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ] (مسلم)

الغرض آپ کا بڑا مشن ہی یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کیا جائے اور دوسروں کی پوجا پاٹ کو ختم کیا جائے اور اللہ کے وعدہ کے مطابق دین اسلام غالب ہو گیا۔ بت پرستی ختم ہو گئی، خلفائے راشدین اور خلفائے قریش کے دور میں دین توحید کا غلبہ رہا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق پھر آستانہ پرستی ہونے لگی۔ آپ نے فرمایا تھا:

[لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَلْحِقَ قَبَائِلَ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَ حَتَّى تُعْبَدَ قَبَائِلَ مِنْ أُمَّتِي الْآوْتَانِ] (ابوداؤد)

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک میری امت کے کئی قبیلے مشرکوں سے نہ مل جائیں اور جب تک کہ میری امت کے کئی قبائل آستانوں کی پوجا نہ کر لیں۔“

اور مسلم شریف میں یہ بھی ہے کہ جب تک لات اور عزی کی دوبارہ پرستش شروع نہ ہو جائے، اگر آنکھیں باقی ہیں اور قلب و نظر میں بصیرت اور بصارت ہے تو گرد و پیش کو دیکھ لیں کہ کتنے آستانے پوجے جا رہے ہیں۔ مسلمانوں کی کوئی بستی خالی نہیں جہاں غیر اللہ کی پوجا نہ ہو رہی ہو۔ مساجد ویران ہیں اور آستانے آباد۔ مشرکین جاہلیت کی طرح بلکہ ان سے بھی چار قدم آگے غیر اللہ کی پرستش ہو رہی ہے۔ ان کے آستانوں پر اعتکاف بیٹھا جاتا ہے، انھیں سجدے کیے جاتے ہیں ان کے نام پر نیازیں دی جا رہی ہیں اور بکرے چھترے ذبح ہو رہے ہیں۔ انھیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا جا رہا ہے اور ﴿أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ﴾ کا پورا جواب دیا جا رہا ہے۔

چنانچہ مولانا ابوالکلام آزاد اپنے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ اس صادق و مصدوق اور سچے رسول کی پیشگوئی پوری طرح ظہور پذیر ہے کہ اس سے زیادہ تو آفتاب نصف النہار پر یقین نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی کہ ایسے افعال و عقائد شرک نہیں ہے تو یوں کہیے کہ آج تک اس دنیا میں شرک ہوا ہی نہیں اور نہ کوئی امت بعد از ہدایت گمراہ ہوئی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ نے اس دنیا میں شرک کیا ہی نہیں اور نہ ان الزاموں میں سے کوئی الزام سچا ہے جو قرآن نے مشرکین جاہلیت پر لگائے۔ (نعوذ باللہ) اور نہ ہی کسی نبی نے اپنی امت پر گمراہی اور شرک کے سچے الزام لگائے۔ یہودیوں نے کب کہا تھا کہ ہم گمراہ ہیں اور عیسائیوں نے کب اقرار کیا تھا کہ ہم بت پرست دوزخی ہیں اور مشرکین عرب نے کب کہا تھا کہ ہم شرک اور جہنمی ہیں اور یہ کہ ان مورتوں اور پتھروں میں ﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ بیٹھا ہوا ہے اور کب انھوں نے اس معنی میں شرک کیا تھا کہ یہی ﴿خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ہیں وہ بھی تو یہی کہتے تھے: ﴿لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ﴾، ﴿هُوَ الَّذِي شَفَعْنَا وَاَعِنْدَ اللّٰهِ﴾ کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اور ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زَلْفٰی﴾ ہم

انھیں اس لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تک پہنچادیں۔“
 اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے پتھر اور صورت کو تو کبھی کسی نے معبود و حاجت روا
 نہیں مانا بلکہ یہ بت اور صورتیں بھی تو کسی شخصیت یا ہستی کی ہوتی تھیں۔
 ﴿فَمَا لِهَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا﴾ (النساء: 78)



وسیلہ کیا ہے؟

قارئین کرام! بعض نادان برادران کو ان کے پیشواؤں نے اس غلط فہمی میں پھنسا رکھا ہے کہ تم بزرگوں کے آستانوں پر ان کے وسیلہ کے ذریعے مانگتے جاتے ہو نہ کہ انہیں پوجنے جاتے ہو حالانکہ اصل صورت حال اس کے برعکس ہے اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ پر بھی مناسب روشنی ڈالی جائے۔

برادرانِ گرامی قدر:

ہم اس رسالہ میں مسئلہ وسیلہ کو قرآن و حدیث اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حنفی بزرگان دین کے فرمودات کی روشنی میں وضاحت سے بیان کریں گے اور فیصلہ آپ پر چھوڑ دیں گے۔ امید ہے کہ آپ توفیق الہی سے صحیح نتیجہ تک پہنچ جائیں گے۔

﴿وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ [ہود: 118]

برادرانِ محترم:

”ایک بہتی ہوئی بڑی نہر کے کنارے میں چھوٹا سا شگاف پڑ جائے تو اسے فوراً ہی مٹھی بھر مٹی سے بند کر دینا عین دانش مندی ہے۔ اگر اس موقع پر سستی یا لالہالی پن کا مظاہرہ ہو جائے تو وہ شگاف چند گھنٹوں بعد بڑا اور گہرا ہو جائے گا اور نہر کے کنارے کو تیزی سے بہا لے جائے گا اور آن کی آن میں بستیاں غرق آب ہو جائیں گی۔“

اس مثال کی روشنی میں آپ بخوبی سمجھ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے کمال مہربانی سے نہ صرف یہ کہ امت مسلمہ کو مہلک اعمال سے روکا بلکہ ان راستوں کو بھی بند کر دیا جو ہلاکت گاہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

[مَا تَرَكْتُ شَيْئًا يُقَرِّبُكُمْ إِلَى اللَّهِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ وَمَا

تَرَكْتُ شَيْئًا يُبْعِدُكُمْ عَنِ اللَّهِ وَ يُقَرِّبُكُمْ إِلَى النَّارِ إِلَّا وَ قَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْهُ]

”میں نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں اللہ کے قریب کرتی ہو مگر میں تمہیں بتا چلا ہوں اور کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو تمہیں جہنم کے قریب کرتی ہو اور اللہ سے دور کرتی ہو مگر تمہیں اس سے روک چلا ہوں۔“

سید البشر حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ (ثواب سمجھ کر اپنی طرف سے کوئی) نیا عمل دین اسلام میں داخل کرنا بدعت ہے اور بدعت ضلالت ہے اور ضلالت و گمراہی جہنم میں ہے۔

زیر بحث مسئلہ وسیلہ میں اللہ اور اس کے رسول اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد جس نے سب سے زیادہ دور اندیشی سے کام لیا ہے وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور حنفی بزرگان دین ہیں۔ چنانچہ انھوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں اسی وسیلے کو اپنانے کا حکم دیا ہے جس کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم دیا اور نہر میں شکاف والی مثال کی طرح اس وسیلے سے روک دیا جو لاشعوری طور پر مسلمانوں کو کفر و شرک کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔

وسیلہ کا لغوی معنی:

پہلے ہم وسیلہ کا لغوی معنی بیان کرتے ہیں کیونکہ اکثر مسلمان عوام عربی زبان کے وسیلہ کو پنجابی زبان والا وسیلہ سمجھ کر رئیس المشرکین ابو جہل والا شرک، لاشعوری طور پر کر بیٹھے ہیں: [اللَّهُمَّ اجِرْهُمْ مِنَ الشِّرْكِ] (آمین)

لباب التأویل میں ہے:

[الْوَسِيلَةُ فِعْيَلَةٌ مِنْ وَسَلَ إِلَيْهِ إِذَا تَقَرَّبَ]

”وسیلہ فعیلہ کے وزن پر ہے وسلہ الیہ سے جب کوئی قرب حاصل کرے۔“

قاموس اللغۃ میں ہے:

[وَسَّوَلْ اِلَى اللّٰهِ تَوْسِيْلًا - عَمِلَ عَمَلًا تَقَرَّبَ بِهِ اِلَيْهِ كَتَوَسَّلَ]
 ”اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی عمل کیا۔“
 اس سے معلوم ہو گیا کہ وسیلہ کا معنی ”قرب“ ہے۔

وسیلہ کا شرعی مفہوم:

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ قرآن حکیم کی تفسیر میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ﴾ (المائدہ: 35) ”اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو“ کے تحت فرماتے ہیں: صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وسیلہ کا معنی قرب ہے یعنی وہ عمل کرنا جو اللہ کے قریب کر دے۔ اس کے بعد جمہور مفسرین قرآن مثلاً امام حسن بصری امام قتادہ، ابو وائل، عبد اللہ بن کثیر وغیرہ ہم جلیل القدر آئمہ تفسیر کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ ان سب کی تفسیر یہی ہے کہ: [تَقَرَّبُوا اِلَيْهِ بِطَاعَتِهِ وَالْعَمَلِ بِمَا يُرْضِيهِ] (ابن کثیر: ۳/۵۲-۵۳) ”کہ اللہ کا قرب حاصل کرو اس کی اطاعت کر کے اور اس کو خوش کرنے والے عمل کر کے (ان حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ مرغوب شئی تک پہنچنے کے لیے کوئی نیک عمل کرنے کو وسیلہ کہتے ہیں۔

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض مدارس دینیہ کے فارغ التحصیل علماء باوجود علم و فضل کے پنجابی زبان والے وسیلے کی تائید میں مذکورہ بالا آیت پڑھتے ہیں۔ (اہل پنجاب کے ہاں وسیلہ بزرگوں کے آستانوں پر جا کر ان سے حصول منفعت اور دفع ضرر کی درخواست کرنا ہے)

اگر سات آٹھ سال علم پڑھنے کے بعد بھی وسیلے کا وہی معنی کرتا تھا جو اہل چلانے والا ان پڑھ دیہاتی یا سڑکوں پر بجزی بکھیرنے والا جاہل مزدور کرتا ہے تو مدارس میں عمر ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ میں دعائیں

قبول کروں گا۔

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (المومن 40:60)

”اور کہا ہے تمہارے رب نے کہ مجھے پکارو میں قبول کروں گا۔“

اور ان لوگوں کو عذاب کی دھمکی دی ہے جو اس کو پکارنے سے روگردانی کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دعا کی ترغیب کے ساتھ ساتھ وہ اعمال و وسائل بھی بتائے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور دعائیں یقینی طور پر قبول ہوتی ہیں اور ہمیں چاہیے کہ ہم وہ وسیلے اپنائیں جو اللہ اور اس کے رسول نے بتائے ہیں اور من گھڑت وسیلوں سے بچیں کیونکہ وہ بدعت سیئہ ہیں اور اللہ اور رسول نے ان سے روکا ہے۔

جائز اور مستحب وسیلے:

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا وسیلہ۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ (الاعراف 7:180)

”اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں تم ان کے وسیلے سے اللہ کو پکارا کرو۔“

چنانچہ مسلمان کو چاہیے کہ دعا کے جلد قبولیت کے لیے اللہ کے اسماءِ حسنیٰ کے ذریعے دعا کرے۔

فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

[اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِاَنَّكَ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَاللّٰطِیْفُ

الْحَبِیْبُ اَنْ تُعَافِیْنِیْ]

”اے اللہ! میں تجھ سے اس ذریعے سوال کرتا ہوں کہ تو رحمن اور رحیم اور

لطیف و خبیر ہے کہ مجھے سلامتی نصیب فرما۔“

یا یوں کہیے:

[اَللّٰهُمَّ اَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ اَنْ

تَرَحُّمِنِي تَغْفِرْلِي]

”اے اللہ! میں تیری رحمت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو ہر چیز سے وسیع ہے کہ تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے بخش دے۔“

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ نماز میں اس طرح دعا کر رہا تھا:

[اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ الْوَاحِدَ الْأَحَدَ الصَّمَدَ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدًا أَنْ تَغْفِرْلِي ذُنُوبِي إِنَّكَ أَنْتَ الْعَفْوُورُ الرَّحِيمُ]

”اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے اکیلے اور یکتا اور بے نیاز اللہ جو نہ جنا گیا اور نہ اس نے کسی کو جنا نہ کوئی اس کا شریک ہے کہ تو میرے گناہ بخش دے۔ تو بخشنے والا مہربان ہے۔“

ایک آدمی کو آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں دعا مانگتے سنا:

[اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَاعْوَدُ بِكَ مِنَ النَّارِ]

”اے اللہ میں تجھ سے اس وسیلے سے دعا مانگتا ہوں کہ سب تعریفیں تیرے اللہ کے لیے ہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اے شفقت و محبت کرنے والے اے احسان کرنے والے اے زمین و آسمان پیدا کرنے والے اے جلالت اور بزرگی والے اے ہمیشہ زندہ اور ہمیشہ قائم رہنے والے میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہوں۔“

حضرت سرور عالم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ اس نے کس وسیلے سے

دعا کی ہے۔ صحابہ نے کہا اللہ ورسول اعلم تو رسول اکرم ﷺ نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ اس نے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے۔ جس کے ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ دعا قبول کرتا ہے۔

اسی طرح وہ انصاری جیسے خوفناک پیشہ ور قاتل ڈاکو نے جنگل میں گھیر لیا اور وہ ہر صورت میں اسے قتل کر کے اس کا مال اور خچر لینا چاہتا تھا تو انصاری نے اس طرح دعا کی:

[يَا وَدُودُ يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيدِ يَا فَعَّالَ لِمَا يُرِيدُ أَسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ
الَّتِي لَا تُرَامُ وَبِمُلْكِكَ الَّذِي لَا يُضَامُ وَبِنُورِ الَّذِي مَلَأَ أَرْكَانَ
عَرْشِكَ أَنْ تَكْفِيَنِي شَرَّ هَذَا اللَّصِ يَا مُغِيثَ أَعْيُنِي] (اصابة،

ص: ۸۲ بحوالہ حیات الصحابة)

”اے محبت کرنے والے بزرگ عرش والے، اے جو چاہے سو کرنے والے میں تیری ہمیشہ رہنے والی عزت اور بادشاہی کے وسیلے سے اور تیرے عرش کے ارکان کو بھرنے والے نور کے وسیلے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس چور (اس ڈاکو) سے بچا۔ اے فریادرس میری مدد فرما۔“
تو اس نے دیکھا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس کوئی گھڑ سوار آیا اس نے ڈاکو کو سینے میں نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔

الغرض بزرگان دین کی دعاؤں کی قبولیت کا راز یہ تھا کہ وہ حلال کمانے کے ساتھ ساتھ اسماء حسنی کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔ اگر آپ ایسی بے شمار دعائیں دیکھنا چاہیں تو المورد، المصلی، المحقرین کلام اللہ وکلام سید الابرار اور کتاب الاذکار نووی دیکھیں لیکن ایک دعا جسے میں درج کیے بغیر نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب کسی آدمی کو غم واندوہ لاحق ہو تو وہ یہ دعا پڑھے:

[اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ وَإِبْنُ عَبْدِكَ وَابْنُ أُمَّتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ

مَا ضِ فِي حُكْمِكَ عَدْلٌ فِي قَضَائِكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ
لَكَ سَمِيَتْ بِهِ نَفْسِكَ أَوْ أَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَ بِهِ أَحَدًا
مِنْ خَلْقِكَ أَوْ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ تَجْعَلَ
الْقُرْآنَ رَيْبَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلَاءَ حُزْنِي وَذِهَابَ غَمِّي

[مسند احمد - ابن حبان بسند صحیح]

تو اللہ اس آدمی کے غم و اندوہ دور کر کے خوشی و فرحت اور سرور نصیب کرے گا۔
ترجمہ: ”اے میرے اللہ میں تیرا بندہ تیرے بندے کا بیٹا، تیری بندی کا
بیٹا، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، تیرا حکم مجھ پر جاری و ساری ہے،
میرے متعلق تیرا فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ میں تجھ سے تیرے سب
اسماء حسنیٰ کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنی ذات کے رکھے، یا
کسی کتاب میں نازل کیے، یا کسی مخلوق کو سکھائے یا اپنے پاس ہی رکھے
پسند کیے، تو قرآن کو میرے دل کی بہار اور سینے کا نور بنا دے اور اسے
میرے غم و اندوہ کا مد اور بنا دے۔“

ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اپنے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ جمیلہ
کے وسیلے کو پسند کرتا ہے اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ہمیں نیک اعمال کا وسیلہ اختیار
کرنے کا حکم دیا۔

نیک اعمال کا وسیلہ:

اس طرح کا وسیلہ بھی جائز اور مشروع ہے کہ بندہ یوں کہے:

اے اللہ میں اس وجہ یا وسیلے سے کہ تجھ پر ایمان رکھتا ہوں یا تیرے پیغمبر حضرت
محمد ﷺ سے محبت رکھتا ہوں اور اس کا تابع دار ہوں تو میرے گناہ معاف کر دے یا
مجھے معاف کر دے یا میری حاجت پوری کر دے یا میری مشکل حل کر دے۔ اس قسم
کے وسیلے کو اللہ نے پسند فرمایا۔

قرآن میں ہے کہ میرے بندے یوں کہتے ہیں:

﴿رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾

(ال عمران: 3:53)

”اے ہمارے رب ہم تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے اور تیرے رسول ﷺ کی تابعداری کی۔ اس وسیلے سے ہمیں گواہوں کے ساتھ لکھ دے۔“

اس جیسی دیگر آیات قرآنی دعائیں نامی کتاب میں دیکھیں جن میں ایمان کو وسیلہ بنایا گیا ہے کیونکہ ایمان بھی نیک عمل ہے۔ جب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام اپنی بیوی سارہ کو لے کر سرزمین مصر سے گزر رہے تھے تو شاہ مصر نے بُری نیت سے حضرت سارہ کو اپنے محل میں داخل کر لیا اور برائی کے ارادے سے ان کی طرف ہاتھ بڑھایا تو آپ نیاں الفاظ کو اپنی عزت کی حفاظت کا وسیلہ بنایا:

[اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِكَ وَبِنَبِیِّكَ (یَعْنِیْ اِبْرٰهیم) وَ اَحْصَنْتُ فَرْجِیْ اِلَّا عَلٰی زَوْجِیْ فَلَا تُسَلِّطْ عَلٰی الْكٰفِرِ]

”اے اللہ میں تیری ذات پر اور تیرے نبی (ابراہیم) پر ایمان لائی اور میں نے آج تک اپنے شوہر کے علاوہ ہر فرد بشر سے اپنی عزت کو بچا کر رکھا ہے۔ لہذا اس کافر کو میرے اوپر مسلط نہ ہونے دے۔“

چنانچہ تین مرتبہ اس کافر نے برائی کے لیے ہاتھ بڑھایا اور آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی دعا پڑھی تو اللہ نے کافر کو پکڑ لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عزت محفوظ رہی۔ دیکھئے یہاں حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم کی ذات کا وسیلہ نہیں پکڑا بلکہ اپنے ایمان باللہ اور ایمان بالرسول اور اپنی عصمت کو بچا کر رکھنے والے نیک عمل کا وسیلہ پکڑا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سے پہلے تین آدمی پہاڑوں میں سفر کر رہے تھے کہ بارش سے بچنے کے لیے غار میں داخل ہو گئے اور ایک اس غار کے

دھانے پر بڑا وزنی پتھر آ گیا۔ اس طرح وہ گویا زندہ ہی قبر میں دفن ہو گئے۔ اس غار سے نکلنے کی کوئی امید نہ رہی۔ لاچار ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ پتھر اتا گراں اور بھاری آپڑا ہے کہ ہم سے ہرگز ہٹایا نہیں جا سکتا۔ اب سوائے اللہ کی ذات کے اور کوئی ہمیں یہاں سے زندہ و سلامت نہیں نکال سکتا لہذا اپنے صالح اعمال یاد کرو اور انھیں اللہ کے ہاں وسیلہ بناؤ شاید کہ اللہ ہمیں نجات دے دے۔

ایک کہنے لگا:

اے اللہ میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور ہر شام کو میں واپس آ کر اس وقت تک اپنے بال بچوں کو دودھ نہیں پلاتا تھا جب تک میں اپنے بوڑھے ماں باپ کو دودھ نہ پلا لیتا تھا۔ ایک روز میں بکریاں دور لے گیا۔ عشاء کے بعد گھر واپس آیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ بوڑھے ماں باپ سو گئے ہیں اور میرے بچے بھوکے میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے دودھ دوہا اور پیالہ بھر کر والدین کے سر ہانے کھڑا ہو گیا۔ میرے بچے میرے قدموں میں رو رہے تھے لیکن میں نے انھیں اس وقت تک دودھ نہ پلایا جب تک میرے بوڑھے والدین خود نہ بیدار ہوئے اور دوبارہ دودھ پی کر سونے گئے۔ اے اللہ اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ عمل خالص تیری رضا کے لیے کیا ہے تو ہم سے پتھر ہٹا دے۔ چنانچہ پتھر تھوڑا سا سرک گیا لیکن وہ نکل نہ سکتے تھے۔

دوسرے نے کہا:

اے اللہ! میں اپنے چچا کی لڑکی کو دنیا و ما فیہا سے زیادہ چاہتا تھا لیکن وہ کسی طرح بھی میرے دام فریب میں نہ پھنستی تھی۔ ایک سال اسے بے پناہ غم نے گھیر لیا وہ مجبور ہو کر میرے پاس آئی تو میں نے دیناروں کے عوض اسے زنا پر آمادہ کر لیا۔ لیکن جب اس جگہ بیٹھ گیا جہاں آدمی اپنی بیوی کی مخصوص جگہ پر بیٹھتا ہے تو وہ لرز گئی اور کانپتی ہوئی بولی:

اللہ کے بندے ڈر اور بغیر حق کے مہر نہ کھول۔ اے اللہ میں تیرے خوف سے ڈر
محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گیا اور گناہ سے باز آیا اور سارے دینار اسے بخش دیے۔ اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ گناہ تیرے خوف سے چھوڑا تھا۔ اے اللہ اس نیک عمل کے ذریعے اس پتھر کو ہٹا دے۔ پتھر تھوڑا سا اور سرک گیا اور باہر کا جہاں نظر آنے لگا لیکن وہ ابھی تک نہ سکتے تھے۔

تیسرے نے کہا:

اے اللہ! میرے ہاں کسی مزدور نے کام کیا۔ میں نے مزدوری دی لیکن اس نے کم سمجھ کر نہ لی اور ناراض ہو کر چلا گیا۔ لیکن میں نے اس کی اس کی مزدوری کو اپنی تجارت میں شامل کر لیا۔ اس طرح وہ مال بڑھتا بڑھتا بہت زیادہ ہو گیا۔ کئی سال بعد اس مزدور کو کسی مجبوری نے گھیر لیا تو وہ میرے پاس آیا اور مزدوری مانگنے لگا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! یہ سب اونٹ گائیں اور بھیڑ بکریاں جو جنگل میں چر رہی ہیں تیری ہیں۔ وہ غریب آدمی کہنے لگا: ”اللہ کے بندے مجھ غریب کو مذاق نہ کرو۔“ میں نے اسے کہا: کہ اے اللہ کے بندے، خدا کی قسم! یہ مذاق نہیں ہے بلکہ یہ تیرا ہی مال ہے جو میں نے تجارت کر کے بڑھایا ہے۔

چنانچہ اس نے سارے کے سارے جانور ہانک لیے اور مجھے کچھ نہ دیا۔ اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ خالص عمل تیرے لیا کیا ہے تو پتھر کو ہٹا دے۔

چنانچہ پتھر ہٹ گیا اور صحیح سلامت باہر نکل آئے۔ (صحیح البخاری و مسلم)

اس صحیح روایت سے معلوم ہو گیا کہ نیک اعمال کا وسیلہ بھی جائز ہے اور اللہ اور رسول ﷺ نے اسے پسند کیا ہے۔

وسیلہ کی تیسری قسم:

نیک آدمی سے دعا کرنا اور یہ اس طرح کہ زندہ اور موجود آدمی سے دعا کرنا، یہ صورت بھی جائز اور مشروع ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عمر ادا کرنے کے لیے

رضخت ہونے لگے تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

[لَا تَنْسَنَا يَا أَحْيَىٰ فِي دُعَاكَ] (ابوداؤد، ترمذی)

”اے میرے بھائی مجھے اپنی دعا میں نہ بھلانا۔“

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک وفد آیا اور خشک سالی کی شکایت

کی اور بعد میں دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا:

”اے اللہ! انھیں بارش عطا فرما۔“

رکھیں وفد نے لگا: ”یا رسول اللہ!“

”اے اللہ کے رسول ﷺ! اپنے ہاتھ بھی اٹھائیے کیونکہ یہ بہترین اور اعلیٰ

طریقہ ہے۔ آپ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا دی۔ چنانچہ انھیں واپس جا کر خبر ملی کہ

ٹھیک اس وقت یہاں بارش ہو گئی تھی۔ (زاد المعاد)

سبحان اللہ.....!!

بخاری شریف میں ہے کہ آپ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی نے

درخواست کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! موسیٰ ہلاک ہو گئے راتے خشک ہو گئے۔

اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں بارش عطا فرمائے۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور ان الفاظ

سے دعا کی:

[اَللّٰهُمَّ اغْنِنَا اللّٰهُمَّ اغْنِنَا]

”اے اللہ ہمیں بارش عطا فرما۔“ تین مرتبہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم آسمان پر بادل کا ٹکڑا بھی نہ

دیکھتے تھے کہ اچانک کوہ سلم کے پیچھے سے چھتری کی طرح بادل نمودار ہوا۔ آن کی

آن میں ہم پر بلند ہوا اور پھیل گیا اور بارش شروع ہو گئی اور اتنی بارش ہوئی کہ سورج

ہفتہ بھر نظر نہ آیا۔ اگلے جمعہ پھر اعرابی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ”اے اللہ کے رسول! مال

بلاک ہو گئے۔ راتے بند ہو گئے۔ اللہ سے دعا کریں کہ بارش بند کر دے تو آپ نے

باتھ اٹھا کر دعا کی:

[اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَ لَا عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ عَلَيَّ الْاَسْكَامِ وَالظَّرَابِ وَ

بُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرَةِ] (بخاری، ص: ۱۳۸)

”اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش برسا اور ہم پر بارش نہ کر۔ اے اللہ زمین کی تہوں پر پہاڑوں کے درمیان وادیوں، درختوں، اگانے والی جگہوں پر برسا۔ چنانچہ فوراً بادل چھٹ گیا اور ہم دھوپ میں چل کر واپس آئے۔“

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے دور میں جب

بھی قحط (خشک سالی) پڑتا۔ آپ حضرت عباس بن عبدالمطلب سے دعا کرواتے اور حضرت عباس کو منبر پر ساتھ لے جاتے اور کہتے:

[اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ بِكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ

فَتُسْقِينَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا] (بخاری، ص: ۳۹)

”اے اللہ! ہم بارش طلب کرنے کے لیے تیرے نبی کے ذریعے تیری طرف وسیلہ پکڑتے تھے تو، تو ہمیں بارش عطا کرتا تھا اور اب بھی تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعے تیری طرف وسیلہ پکڑتے ہیں تو ہمیں بارش عطا فرما۔“

وسیلہ پکڑنے کی صورت کیا تھی اس کا جواب حدیث سے سنئے، فتح الباری

(۳۹۹/۲) میں ہے:

[كَانُوا اِذَا قُحِطُوا عَلَيَّ عَهْدِ النَّبِيِّ اسْتَسْقُوا بِهِ فَيَسْقِيْ لَهُمْ

فَيَسْقَوْنَ فَلَمَّا كَانَ فِيْ اَمَارَةِ عُمَرَ] (المحدث)

”وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بوقت خشک سالی اور قحط، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کراتے، پس آپ ان کے لیے دعا کرتے تو ان پر بارش

ہو جاتی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں قحط آتا (ہوتا) تو آپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

دعا کرتے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں دعا کرتے۔

[اَللّٰهُمَّ اِنَّهُ يَنْزِلُ بَلَاءٌ اِلَّا بِذَنْبٍ وَّلَمْ يُكْشَفْ اِلَّا بِتَوْبَةٍ وَّقَدْ
تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِى اِلَيْكَ لِمَكَانِى مِنْ نَبِيِّكَ وَ هَذِهِ اَيْدِيْنَا اِلَيْكَ
بِالذُّنُوْبِ وَ نَوَاصِيْنَا بِالتَّوْبَةِ فَاَسْقِنَا الْغَيْثَ]

”اے اللہ کوئی آفت نازل نہیں ہوتی مگر گناہوں کی وجہ سے اور نہیں دور
ہوتی مگر توبہ کے ساتھ۔ یہ لوگ مجھے تیرے سامنے (توبہ واستغفار کے
لیے) لائے ہیں۔ کیونکہ میں تیرے نبی کا قرابت دار ہوں۔ یہ ہمارے
گنہگار ہاتھ تیری طرف بلند ہیں اور ہماری پیشانیاں تیری طرف اٹھی ہوئی
ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرما۔ چنانچہ پہاڑوں کی طرف بادل
اٹھے۔ زمین پر بارش کی وجہ سے ہریالی ہوئی اور لوگ خوش ہو گئے۔“

اسی طرح خلیفۃ المسلمین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر نسبتی کاتب وحی الہی حضرت
معاویہ بھی حضرت یزید بن اسود جرشی مستجاب الدعوات تابعی سے دعا کرواتے اور لوگ
بھی ان کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تو فوراً بارش ہو جاتی۔ ابن عساکر (۵۱/۸) از سلیم بن
عامر خبری ان حوالہ جات سے درج ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

اگر فوت شدہ پیغمبروں اور بزرگوں کا وسیلہ جائز ہوتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
کبھی حضرت عباس کی دعا کو وسیلہ نہ بناتے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور زندگی کے بعد
بھی حضرت عباس تو کجا سب پیغمبروں اور ولیوں سے افضل ہیں اور خدا کے مقرب
رسول ہیں۔ اس لیے کسی شخص کے وصال کے بعد اس کا وسیلہ جائز نہیں۔ اس لیے تو
تمام صحابہ اور انصار و مہاجرین اصحاب بیت رضوان آپ کے روضہ اطہر کو چھوڑ کر
حضرت عباس سے دعا کرانے جاتے تھے۔ اگر کسی برگزیدہ ہستی ذات کا وسیلہ جائز ہوتا
تو صحابہ کرام اپنے گھروں، دکانوں، کھیتوں میں یا جہاں کہیں بھی ہوتے، وہیں کہتے۔
”اے اللہ ہمیں رسول اللہ یا حضرت عباس یا حضرت یزید بن اسود کے
وسیلے سے بارش عطا کر۔“

لیکن معلوم ہے کہ انھوں نے ہرگز ایسا نہ کیا بلکہ پاس جا کر ان سے دعا کرائی ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور خصوصاً اولوالعزم پیغمبروں اور حضرت ایوب، حضرت یوسف، حضرت یعقوب وغیرہ کو خطرناک بیماریوں اور مصیبتوں نے گھیرا ہے۔ انھوں نے کبھی اپنے سے پہلے گزرنے والے پیغمبروں کا وسیلہ نہیں پکڑا۔ اگر یہ جائز ہوتا تو کم از کم ہمارے نبی ﷺ اپنی امت کی تعلیم کی خاطر کبھی تو حضرت ابراہیم خلیل الرحمن یا حضرت اسماعیل یا دیگر انبیاء کی قبروں پر جا کر وسیلہ پکڑتے۔ لیکن معلوم ہے کہ انھوں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ قرآن مجید اور صحیح احادیث اٹھا کر دیکھو، بھلا کسی پیغمبر نے سوائے اسمائے الہی اور اعمال صالح یا زندہ آدمی سے دعا کرانے کے کوئی وسیلہ پکڑا ہے؟

وسیلہ کے متعلق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

اور حنفی بزرگانِ دین کا موقف

وسیلہ بالذات کے متعلق حضرت امام ابوحنیفہ اور حنفی بزرگانِ دین کا موقف بڑی دور اندیشی اور حکمت پر مبنی ہے۔ گرد و پیش میں روز افزوں آستانوں کی کثرت اور وہاں ہونے والے شرکِ اکبر کی ابتداء غالباً اسی چھوٹے سے شگاف سے ہوئی۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ ”تبعید الشیطان“ میں فرماتے ہیں کہ عام آدمی پہلے تو بزرگانِ دین کے وسیلے سے اللہ سے فریاد کرتا ہے پھر اگلی سٹیج یہ ہوتی ہے کہ وہ ان سے فریاد کرتا ہے کہ میرے لیے اللہ سے دعا کرو۔ پھر اگلی سٹیج پر یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھ کر کہ اللہ نے خزانے اس کے سپرد کر رکھے ہیں وہ ان سے فریادیں کر کے ان کے نام نذرانے دے کر اسی شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں ابو جہل اور دیگر مشرکین مکہ گرفتار تھے۔

سنیے:

حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن فرماتے ہیں:

[يُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ فُلَانٍ أَوْ بِحَقِّ آبَائِكَ

رُسُلِكَ وَبِحَقِّ بَيْتِ الْحَرَامِ وَالْمَشْعَرِ الْحَرَامِ إِذْ لَيْسَ لِأَحَدٍ

عَلَى اللَّهِ حَقٌّ] (شرح فقہ اکبر، ص: ۶۱)

- ۱- کسی آدمی کا اس طرح مانگنا مکروہ ہے اے اللہ میں تجھ سے فلاں کے وسیلے سے یا نبیوں اور رسولوں کے وسیلے سے اور بیت اللہ یا مشعر الحرام کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں۔ کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔ (حق کی تشریح آگے آرہی ہے)
- ۲- فقہ حنفی کی چوٹی کی کتاب ”ہدایہ شریف“ ہے اور حنفی علماء کرام نے اس

کتاب کے متعلق کہا ہے: [الْهَدَايَةُ كَالْقُرْآنِ] کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے یعنی جس طرح قرآن نے پہلی آسانی کتابیں منسوخ کر دیں اسی طرح ہدایہ نے فقہ کی پہلی کتابیں منسوخ کر دیں۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

[وَ يُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ فِي دُعَاءِ بِحَقِّ فَلَانٍ وَ بِحَقِّ أَنْبِيَائِكَ وَ رُسُلِكَ إِذْ لَا حَقَّ لِلْمَخْلُوقِ عَلَى الْخَالِقِ] [هدایہ الخیرین: ۴۷۳] ”اور کسی آدمی کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ فلاں کے وسیلے سے یا نبیوں اور رسولوں کے وسیلے سے یہ سوال کرتا ہوں کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔“

۳۔ فقہ حنفی کے مبسوط کتاب ”البحر الرائق شرح کنز الدقائق“ میں امام بن نجیم حنفی فرماتے ہیں:

[لَا يَجُوزُ أَنْ يَقُولَ بِحَقِّ فَلَانٍ وَ كَذَا بِحَقِّ أَنْبِيَائِكَ وَ أَوْلِيَائِكَ وَ رُسُلِكَ وَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ وَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ لِأَنَّهُ لَا حَقَّ لِلْمَخْلُوقِ عَلَى الْخَالِقِ وَ إِنَّمَا يَخْصُ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ غَيْرِ وَجُوبٍ عَلَيْهِ] [البحر الرائق: ۲۰/۸]

”اس طرح کہنا جائز نہیں کہ میں فلاں کے وسیلے سے اس طرح تیرے رسول اور تیرے ولیوں اور رسولوں بیت اللہ اور مشعر الحرام کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی احسان حق نہیں۔ وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہے (ولایت یا رسالت) کے لیے خاص کر دے۔“

۴۔ فتاویٰ عالمگیری میں جسے پانچ صد (۵۰۰) حنفی علماء کرام کے بورڈ نے مرتب کیا تھا، لکھا ہے:

[وَ يُكْرَهُ أَنْ يَقُولَ فِي دُعَاءِهِ بِحَقِّ فَلَانٍ وَ كَذَا بِحَقِّ أَنْبِيَائِكَ]

أَوْ بِحَقِّ رُسُلِكَ] (الخ: ۳۸)
 ”اس طرح دعا مانگنا مکروہ ہے کہ میں فلاں کے ویلے اور اسی طرح تیرے
 نبیوں اور تیرے ولیوں یا رسولوں کے ویلے سے مانگتا ہوں۔“
 ۵۔ الدر المختار (۲/۲۳۰) فقہ حنفی کی چوٹی کی کتاب میں ہے:

وَعَنْ أَبِي حَنِيفَةَ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ يَدْعُوَ اللَّهَ إِلَّا بِهِ وَالِدَعَاةِ
 الْمَأْدُونُ فِيهِ الْمَأْمُورُ بِهِ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى
 فَادْعُوهُ بِهَا

اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ کسی
 آدمی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اللہ کو اس کے (اسماء و صفات کے سوا) کسی
 کی ذات کو پکڑ کر پکارے۔ جس چیز کا اذن ہے اور اس کا حکم ہے وہ اللہ
 کے اس قول سے مستفید ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے اللہ کے اچھے اچھے نام
 ہیں تم ان کے ویلے سے اللہ کو پکارو۔“

مزید تحقیق کے لیے امام زبیدی کی شرح احیاء العلوم (۲/۲۵۸) اور امام
 ابوالحسین قدوری حنفی کی شرح کرخی اٹھا کر دیکھ لو۔

فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب میں حنفی بزرگوں کا ارشاد سنئے:

[وَاعْلَمُ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِ وَمَا
 يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلَى ضَرَائِعِ
 الْأَوْلِيَاءِ الْبِكْرَامِ تَقْرُبًا فَهُوَ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ] (ص: ۱۳۱)

”جان لو کہ عوام کی وہ نذریں اور نیزیں جو فوت شدگان بزرگوں کے نام
 پر دیتے ہیں اور وہ درہم اور شمع اور تیل اور اسی طرح کے دیگر نذرانے جو
 وہ اولیاء کرام کے آستانوں پر دیتے ہیں وہ بالاتفاق باطل اور حرام ہیں۔“

اس فرمان (عبارت) کی شرح میں علامہ ابن عابدین حنفی فرماتے ہیں کہ ان کے

باطل اور حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ:

- ۱۔ وہ نذرانے مخلوق کی نظریں ہیں اور مخلوق کے نام پر نذر جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کے لیے ہے، مخلوق کے لیے نہیں۔
- ۲۔ جس کو نذر دی وہ فوت شدہ ہے جو مالک نہیں ہوتا۔
- ۳۔ نذر دینے والوں نے یہ سمجھ کر دی ہے کہ یہ بزرگ نفع و نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور یہ اعتقاد کفر ہے۔ (در المختار: ۱۳۱)



ارشادات محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اس گرانقدر تحریر سے ہمارا مقصد، ان لوگوں کے سامنے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے عقائد اور ان کی اصل تعلیمات پیش کرنا ہے جو انھیں زبانی کلامی مقتدی و پیشوا مانتے ہیں اور ہر چاند کی گیارہ تاریخ کو ان کے نام پر غیر اللہ کی نیاز کھاتے ہیں لیکن ان کے عقائد اور تعلیمات سے غافل رہ کر جہالت کے اندھے کنویں میں ڈوبتے جا رہے ہیں نیز یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ جس طرح مشرکین مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عقیدہ توحید کے مخالف ہوتے ہوئے خفی کہلانا فائدہ نہ پہنچا سکا اس طرح ان کے نام نہاد عقیدت مندوں کو قادری کہلانا بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکے گا کیونکہ نام نہاد قادری صاحبان ایک تو ان کے عقائد کے زبردست دشمن ہیں دوسرا یہ کہ ان کے ہم عقیدہ اور ہم طریقہ اہل حدیث مسلمانوں سے عداوت میں عدو مبین سے بھی بڑھ جاتے ہیں حالانکہ ان کی طرف نسبت کرنے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو ان لوگوں کو پہنچتا ہے جو ان کی طرح نماز پڑھتے اور ان کا سا عقیدہ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہودیوں اور نصرانیوں کے فخر و ناز کو جوہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام پر کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد تبارک و تعالیٰ سے رد کر دیا اور نبی مکرم اور ان کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کا اصل حقدار قرار دیا۔

﴿إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ هَذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِينَ

آمَنُوا وَ اللَّهُ وَ لِيُّ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (ال عمران: 68)

اس طرح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اصل حقدار بھی اہل توحید مسلمان ہی ہیں ان کی

کتاب و سنت کے موافق تعلیم کے برخلاف عقیدہ رکھنے والے ہرگز نہیں۔ واللہ التوفیق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صوبہ کنہد افغانستان کے امیر اور جماعت الدعوة الی القرآن والسنة کے سربراہ امیر
سبح اللہ خان کے پرسنل سیکرٹری نے گزشتہ سال مرکز الدعوة کے اجتماع میں اپنے
خطاب کے دوران ایک دلچسپ لطیفہ سنایا کہ:

ایک ایک محفل نعت پڑھی اور مدعیانِ عشق رسول بڑے والہانہ انداز میں نعتیں گا
رہے تھے۔ اتفاق سے ایک پٹھان کا ادھر سے گزر ہوا تو۔ وہ بھی ہجوم دیکھ کر وہاں بیٹھ
گیا۔ لمحے بعد ایک نعت خوان نے ایک نعت پڑھی جس کا مفہوم اردو میں یوں تھا کہ
انھ اور بستر باندھ تاکہ ہم مدینہ شریف کی زیات کر آئیں۔ چنانچہ وہ اٹھا اور اپنا بستر
باندھ کر مسجد میں لے آیا تاکہ محفل کے اختتام پر نعت خواہ اور اس کے ساتھیوں کے
ہمراہ مدینہ شریف کو روانہ ہو جائے۔ جب محفل نعت ختم ہوئی تو مدعیانِ عشق سونے
کے لیے اپنے اپنے گھر کی طرف چل پڑے۔ یہ انھیں حیرانگی کے عالم میں دیکھتا رہا۔
جب نعت خواہ مسجد سے نکلنے لگے تو اس نے ان کا بازو پکڑ کر روک لیا اور پوچھا۔ آپ
مدینہ شریف جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ آپ کے کہنے پر میں بستر باندھ کر آ گیا
ہوں۔ لیکن آپ گھر جا رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا وہ تو ہم محض نعت ہی پڑھ رہے
تھے۔ مدینہ شریف جانے کا پروگرام تو کسی کا بھی نہیں۔ اس نے کہا واللہ میں تو آپ کی
سن کر یہ یقین کیے بیٹھا تھا کہ آپ محفل ختم ہوتے ہی عشق رسول کی پیاس بجھانے کے
لیے مدینہ شریف کی طرف چل پڑیں گے۔ لیکن آپ نے ہمیں بہت مایوس کیا بلکہ
دھوکا دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے علماء اور نعت خواں جس طرح اپنے واعظوں اور شعروں
میں حضرت رسالتہما اور اولیاء کرام سے محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ عملاً اتنا

ہی ان کی سیرت اور ان کے فرامین سے متنفر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ہمارے اکثر نعت خوان حضرات کو شکل محمدی سے نفرت ہے۔ اس لیے ان کے چہرے اور ان کی عادات ان کے عشق کے ڈھول کا پول کھول دیتی ہیں۔

اگر کسی نعت خواں کو نعت خوانی کے بعد اچھا لگانا اور نعت کی فیس نہ ملے تو وہ محفل کے منتظم کو اتنی گندی گالیاں دیتے ہیں کہ الامان والمفیظ۔

راقم الحروف ریل گاڑی میں ایک نعت خواں گداگر کی آواز سے محظوظ ہو رہا تھا کہ سامنے کھڑے ہوئے مسافر نے بتایا کہ نعت خواں عیسائی ہے۔ میں نے پوچھا تو پھر یہ آنحضرت کی شان میں نعتیں کیوں پڑھتا ہے جب کہ مذہبی اعتبار سے آپ کا منکر ہے۔ تو اس نے بتایا کہ اسے نعتوں سے پیسے ملتے ہیں۔ اگر پیسے نہ ملیں تو یہ بھی نہ پڑھے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اکثر وعظ پیشہ مولوی اور نعت خواں (الاشاء اللہ) شکم پرستی اور پیسہ بنورنے کی حد تک آنحضرت اور اولیاء کرام کی محبت کا پرچار کرتے ہیں۔ جب کہ محفلیں سجانے والے سادہ لوح مسلمان ان کی نسبت محبت میں قلعہ ہیں۔ اگر انھیں انبیاء کرام اور اولیائے عظام کے فرمودات سنائے جائیں تو وہ انھیں اپنانے میں دیر نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ محبت میں قلعہ ہیں لیکن ہمارے پیشہ ور مولوی انھیں جان بوجھ کر ان کی اصل تعلیمات سے غافل رکھتے ہیں تاکہ اپنا ذریعہ روزہ گار جاری رکھ سکیں۔ حالانکہ انبیاء و اولیاء کرام کی سیرت پر چلنا اور ان کے ارشادات پر عمل کرنا اصل محبت ہے۔ پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[أَصْلُ مُحَبَّةِ النَّبِيِّ اتِّبَاعُهُ قَوْلًا وَ عَمَلًا] (فتوح الغیب)

حضرت عبد الرحمن بن قراذیب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ سرور عالم حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن وضو فرما رہے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے بدن مبارک سے لگنے والے قطرات کو اپنے چہروں پر مل رہے تھے اور نیچے نہیں گرنے دیتے تھے آپ

نے یہ منظر دیکھ کر پوچھا:

اے میرے صحابہ تمہیں ایسا کرنے پر کس نے مجبور کیا ہے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے پیارے رسول کی محبت نے؟

تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص چاہتا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک طور پر اللہ اور اس کے

رسول سے محبت کرے تو اسے چاہیے کہ:

۱۔ جب بات کرے تو سچی کرے۔

۲۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اسے پورا پورا ادا کرے۔ یعنی اس میں

خیانت نہ کرے۔

۳۔ اپنے پڑوس میں رہنے والوں سے اچھا سلوک کرے۔ (رواہ الامام بیہقی)

تو جو کوئی عالم یا نعت خوان منبر پر جھوٹی اور بے سند باتیں بیان کرے اور ان کی

نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف کرے یا زکوٰۃ فنڈ ہڑپ کر جائے۔ اور ہمسایوں کو تنگ

کرے۔ سمجھ لو کہ وہ دین باز ڈاکو ہے۔ جس کے خلاف پرچہ تو نہیں ہو سکتا لیکن وہ

چوروں اور لٹیروں سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ جو اولیائے کرام کے نام پر پیسہ بھی

مانگتا ہے اور لوگوں کو ان کے راستے پر چلنے بھی نہیں دیتا۔

میں اس موقع پر قارئین کرام کو محبوب سبحانی سیدنا پیر عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی

تصنیف لطیف فتح الربانی مترجم کے مطالعہ کی دعوت دوں گا۔ تاکہ معزز قارئین کو پتہ

چل سکے کہ پیر صاحب اور ان جیسے دیگر اولیاء کو مرتبہ محبوبیت کیونکر حاصل ہوا۔ راقم

الحروف نے آج سے چند سال قبل ایک عربی کتاب میں پیر صاحب کا بصیر افروز

فرمان پڑھا۔ جو فتح الربانی کے حوالے سے درج کیا گیا تھا تو اس کو حاصل کرنے کا

شوق بڑھ گیا۔

نہیں پتہ چلا کہ

پاکستان میں اصل عربی نسخہ نہیں ملتا بلکہ یہ مصر میں چھاپا ہے اور وہیں سے مل سکتا

ہے چنانچہ راقم الحروف اس کی تلاش میں پانچ چھ سال سرگرداں رہا، خوش قسمتی سے لاہور کے ادارہ اسلامیات سے اس کتاب کا وہ نسخہ مل گیا جو دو کالموں والا تھا۔ ایک میں اصل عربی اور دوسرے میں رواں دواں اردو ترجمہ تھا تو راقم الحروف نے اس کا اول تا آخر مطالعہ کیا۔ اور دیگ میں چاول چکھنے کے مصداق چند فرمودات مرتب کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جو فرزندانی توحید اور حضرت رسالت ﷺ کے فدائیوں کو تو مسحور کر دیں گے۔ لیکن عیار استخوان فروش علماء کو چونکا دیں گے۔ کیونکہ ان کی تو کامیابی اسی میں ہے کہ فرزندانی توحید و رسالت، اندھیرے میں رہیں۔ اور مرتے دم تک انھیں پتہ ہی نہ چلے کہ جن کی عقیدت کا دم بھرتے تھے انھوں نے امت محمدیہ کو کیا پیغام دیا ہے۔

ذیل میں ترتیب وار وہ فرمودات درج کیے جاتے ہیں جو محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقیدت مندوں کے سامنے بیان فرمائے۔

اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو

(روحانی اعتقاد کے ساتھ کسی برگزیدہ اور برتر ہستی کو پکارنا بھی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا شرک ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کو روحانی اعتقاد کے ساتھ پکارنے سے منع فرمایا ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَ لَا يَضُرُّكَ فَإِنْ

فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (یونس: 106)

”اللہ کے سوا دوسروں کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان

اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں سے ہوگا۔“

چنانچہ روحانی اعتقاد کے ساتھ اللہ کے علاوہ کسی شخص کو مدد کے لیے مانوق الاسباب طریقے سے پکارنا، اللہ سے شرک کرنا ہے۔ خواہ وہ شخصیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہوں یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو یا حضرت جبرائیل کی ہو یا حضرت

میکائیل کی۔

اس لیے فرزندِ ان توحید و رسالت یا اللہ مدد کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿الَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾ ”کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو کافی نہیں۔“ جب کہ ہمارے نادان بھائی جہالت یا ضد کی بناء پر ایک اللہ کو کافی نہیں سمجھتے اور یا اللہ مدد کے فوراً بعد یا رسول اللہ مدد، یا علی مدد کہتے ہیں)

چنانچہ سیدنا پیر عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطاب میں فرماتے ہیں:

[وَبَلِّغْ مَا تَسْتَحْيِي تَطْلُبُ مِنْ غَيْرِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ أَقْرَبُ

الْبَيْتِ مِنْ غَيْرِهِ] [فتح الربانی مترجم: ۲۶۷]

تجھ پر افسوس تجھے حیا نہیں آتی تو غیر اللہ سے مدد طلب کرتا ہے۔ حالانکہ

اللہ تعالیٰ ان کی نسبت تیرے زیادہ قریب ہے۔“

پس شہہ رگ سے قریب والے کو چھوڑ کر دور والے کو پکارنا کونسی عقلمندی ہے۔

صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو جو غنی اور بے پرواہ ہے

(علمائے سوء بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمانوں کو حصولِ رزق کے لیے امداد

کن امداد کن یا شیخ عبد القادر! اور یا عبد القادر جیلانی ہیما اللہ کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔

جب کہ خالق کائنات نے اپنی پاک کلام میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا

عِنْدَ اللَّهِ الرَّزْقَ﴾ (العنکبوت 17:29)

”جن ہستیوں کو تم اللہ کے سوا پوج رہے ہو یقیناً وہ تمہارے لیے روزی

کے مالک نہیں۔ تم اللہ تعالیٰ سے رزق طلب کیا کرو۔“

۲۔ چنانچہ پیرانِ پیر سیدنا عبد القادر جیلانی اپنے عقیدت مندوں کو خطاب فرماتے

ہیں:

[إِنْ كَانَ وَ لَا يُدَّ نَكَ مِنَ الطَّلَبِ فَاطْلُبْ مِنْهُ لَا مِنْ خَلْقِهِ

فَإِنَّ أِبْغَضَ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ مَنْ يَطْلُبُ الدُّنْيَا مِنْ خَلْقِهِ اسْتَعْتَبَ بِهِ إِلَيْهِ هُوَ الْغَنِيُّ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ فَقَرَاءَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ وَلَا لِغَيْرِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا [فتح الرباني مترجم: ۲۵۶]

”اگر تمہیں، دنیاوی عز و منصب اور مال و دولت، طلب کئے بغیر چارہ ہی نہ ہو تو وہ بھی اللہ ہی سے مانگو نہ کہ اس کی مخلوق سے (انبیاء و اولیائے کرام سب اللہ کی مخلوق ہیں) اللہ تعالیٰ کے نزدیک حد درجہ قابل نفرت وہ ہے جو دنیا (دنیاوی حاجات) اس کی مخلوق سے مانگتا ہے۔

اس کی بارگاہ میں اسی کو پکارو کیونکہ وہ ذات بے پرواہ اور بے غرض ہے۔ باقی سب محتاج ہیں۔ وہ نہ اپنی جان کے نفع و نقصان کے مالک نہ دوسروں کی جان کے۔

اللہ کے در کو چھوڑ کر کسی طرف مت جاؤ

(کتنے سارے نادان اور سادہ لوح مسلمان بلکہ تعلیم یافتہ بھی مشکلات اور ضروریات کے وقت اللہ کی بارگاہ چھوڑ کر آستانوں پر حاضر ہوتے ہیں یہ سب کچھ تعلیمات نبوی سے اور مشرکین عرب کے فلسفہ بت پرستی سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ سرور عالم سیدنا حضرت محمد ﷺ نے حضرت عمران کے والد حضرت حسین سے ان کی بت پرستی کے وقت میں پوچھا تھا کہ اے حسین تو کتنے الہوں (معبودوں) کو پوجتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ سات کو، چھ زمین میں ہیں اور ایک آسمان میں۔ آپ نے پوچھا کڑی ضرورت اور سخت ترین مصیبت کے وقت کسے پکارتے ہو اس نے کہا آسمان والے معبود کو۔ آپ نے فرمایا اگر تم اسلام قبول کرو تو میں تجھے نفع مند کلمات بتاؤں گا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم پڑھا کرو۔

[اَللّٰهُمَّ اَلْهَمْنِيْ رُشْدِيْ وَاعِزَّنِيْ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ]

جب کہ ہمارے نادان مسلمان برادران محض جمالت یا ضد کی بناء پر مشرکین

عرب سے بھی آگے بڑھتے ہیں۔ اور عام حالت میں اللہ کو پکارتے ہیں۔ لیکن سخت مصیبت اور ضرورت کے وقت آستانوں پر جا کر فریادیں کرتے ہیں۔

۳۔ چنانچہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معتقدین کو خطاب فرماتے ہیں:

[يَا قَوْمِ! اتَّبِعُوا وَلَا تَبْتَدِعُوا ، وَافِقُوا وَلَا تُخَالِفُوا ،
اطِيعُوا وَلَا تَعْصُوا ، اٰخْلِصُوا وَلَا تُشْرِكُوا وَاجِدُوا الْحَقَّ
عَزَّوَجَلَّ وَ عَنِ بَابِهِ فَلَا تَبْرَحُوا سَلُوهُ وَلَا تَسْأَلُوا غَيْرَهُ ،
اسْتَعِينُوا وَلَا تَسْتَعِينُوا بِغَيْرِهِ ، تَتَوَكَّلُوا عَلَيْهِ وَلَا تَتَوَكَّلُوا عَلَى
غَيْرِهِ] (فتح الرباني، مترجم: ۳۲۱)

”صاحبو! (سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی) اتباع کرو اور بدعتی نہ بنو (شریعت کی) موافقت کرو اور مخالفت نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک مانو اور اس کے در کو چھوڑ کر کسی طرف مت جاؤ۔ اللہ سے سوال کیا کرو۔ اور اس کے علاوہ دوسروں سے سوال نہ کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ (یا اللہ مدد کہو) اس کے سوا دوسروں سے نہیں توکل بھی اللہ پر کرو غیروں پر نہیں۔“

توحید، موحدین کے لیے نور اور شیاطین کے لیے آگ ہے

[التَّوْحِيدُ يُحْرِقُ شَيْاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ لِأَنَّهُ نَارٌ لِلشَّيَاطِينِ وَ
نُورٌ لِلْمُؤَحِّدِينَ كَيْفَ تَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَفِي قَلْبِكَ كَمِ إِلَهٍ
كُلِّ شَيْءٍ تَعْتَمِدُ عَلَيْهِ وَتَتَّقِي بِهِ دُونَ اللَّهِ فَهُوَ صَنَمُكَ لَا
يَنْفَعُكَ تَوْحِيدَ اللِّسَانِ مَعَ شِرْكِ الْقَلْبِ] (فتح الرباني، ص: ۳۶۰)

”(خالص عقیدہ) توحید، انسانوں اور جنوں کے (روپ میں نظر آنے والے) شیطانوں کو جلا دیتا ہے کیونکہ وہ شیاطین کے لیے آگ اور موحدین کے لیے نور ہے تو لا الہ الا اللہ کس طرح کہتا ہے حالانکہ تیرے دل میں کتنے معبود بھرے ہیں۔ اللہ کے سوا تو جس جس چیز پر بھروسہ کرتا ہے

وہی تیرا بت ہے دل کے مشرک ہونے پر تجھے زبان کی توحید کچھ نفع نہ دے گی۔“

گنج بخشنے والی ہستی! اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں

(نادان اور سادہ لوح مسلمانوں کو عیار اور مشرک ملاؤں نے یہ بات باور کرا رکھی ہے کہ مالک تو اللہ ہی ہے لیکن اس نے اپنے خزانے زندہ اور فوت شدہ ولیوں کے سپرد کر رکھے ہیں اسی باطل نظریے پر انھوں نے بزرگوں کے خود ساختہ خدائی نام رکھے ہوئے ہیں کسی کو گنج بخش، کسی کو غریب نواز، کسی کو دنگیر یا غوث الاعظم کہتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں اپنے قیدی ساتھیوں کے سامنے ایسے خود ساختہ ناموں کی تردید کی اور فرمایا:

﴿بِصَاحِبِي السِّجْنِ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَّاحِدُ الْقَهَّارُ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمْرًا اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ.....﴾ (یوسف: 12، 38، 39)

”اے میرے جیل خانے کے ساتھیوں بھلا کئی جدا جدا پروردگار اچھے ہیں یا اللہ وحدہ لا شریک جو سب پر غالب ہے۔ اس کے سوا جن جن ہستیوں کو پوجتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے اباؤ اجداد نے رکھ چھوڑے ہیں۔ اللہ نے ان کے متعلق کوئی سند نہیں اتاری۔ خدا کے سوا (اصلی) حکومت کسی کی نہیں اس نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔“

حضرت نوح علی نبینا وعلیہ السلام کی قوم نے بھی اللہ کے ولیوں کے مجستے اور تصاویر بنا کر اپنے پسند کے مطابق ان کے نام تجویز کر رکھے تھے۔ ود، محبت کا دیوتا۔ یغوث، مدد کرنے والا دیوتا۔ (غوث) وغیرہ ان کے متعلق جس طرح قوم نوح کے

مشرکین کا عقیدہ تھا۔ اسی طرح کا عقیدہ ہمارے دور کے گمراہ ملاؤں اور صوفیوں کا ہے کہ اللہ نے ان کو خزانوں کا مالک بنایا ہوا ہے۔ اس لیے ان سے مانگنا چاہیے لیکن ہمیں پیر صاحب کی کتابوں سے اس نظریے کی تردید نظر آتی ہے)

چنانچہ سیدنا پیر عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کو خطاب فرماتے ہیں:

[كُلُّ شَيْءٍ بِيَدِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ فَلَا تَطْلُبُ شَيْئًا مِنْ غَيْرِهِ أَمَا سَمِعْتَهُ يَقُولُ ﴿وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنزِلُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ﴾ (الحجر: 21:15) مِمَّا بَقِيَ بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ كَلَامٌ]

(فتح الربانی مترجم: ۵۳)

کہ ہر چیز کے خزانے اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں تم اس کے علاوہ کسی سے کچھ نہ مانگو۔ تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور ایسی کوئی چیز نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں۔ اور ہم ہی مقرر اندازے کے مطابق نازل کرتے ہیں۔ اس واضح نص کے بعد کسی کلام کی گنجائش نہیں۔“

مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے والا جانوروں سے بھی اجتناب ہے (جس طرح انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم ساری زندگی توحید کا پرچار کرتے رہے اور بت پرستی سے روکتے رہے۔ اس طرح صحابہ کرام اور صلحائے عظام بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنازہ میں شرکت فرما رہے تھے۔ اسی دوران آپ نے فرمایا تم میں کوئی ایسا ہے جو مدینہ چلا جائے وہاں جتنے بت ہوں۔ سب کو سمار کر دے۔ کوئی مجسمہ ہو تو اس کی ہیئت بگاڑ دے۔ اور جتنی (بلند) قبریں ہوں انھیں زمیں کے برابر کر دے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے جواب دیا: اے اللہ کے پیارے رسول! میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: تو پھر چل پڑو

چنانچہ آپ گئے اور کام مکمل کر کے حضرت رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے جو بھی بت دیکھا اسے منسار کر دیا۔ اور جمنی (بلند) قبریں نظر آئیں انھیں زمین کے برابر کر دیا ہے۔ اور جو مجسمہ نظر آیا اسے بگاڑ دیا تو سرور عالم سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اب پھر کوئی نئے سرے سے ان بتوں اور مجسموں اور قبروں کو تعمیر کرے تو سمجھ لو کہ اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ (مسند احمد: ۸۷، المرقی، مولفہ ابو الحسن ندوی: ۳۳)

تو جس طرح مشرکین مکہ نے اولین بت شکن جد الانبیاء حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے بت بنا کر بیت اللہ میں سجا رکھے تھے اور ان سے مشکلات حل کرنے اور حاجات پوری کرنے کی درخواستیں کرتے تھے۔ اسی طرح آج کل کے عیار پیروں اور ملاؤں نے بت پرستی اور قبر پرستی کی مخالفت کرنے والے بزرگوں کی قبروں کو آتانوں کی شکل دے کر انھیں پوجنا شروع کر دیا ہے) اب ہم اللہ کے مقابلے میں بندگان الہی کی بے بسی کا حال حضرت پیر عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ (مخلص ترجمہ)

کہ تمام مخلوق کو اس آدمی کی طرح اللہ کے سامنے عاجز اور بے بس سمجھ جس کو بلند و بالا تخت نشین اور جاہ جلال والے بادشاہ نے لمبی چوڑی تیز بہاؤ والی نہر کے کنارے صنوبر کے درخت پر سولی دے رکھا ہو۔ اور اس بادشاہ کے پاس ہر قسم کے خوفناک اسلحے کے انبار لگے ہوں۔ وہ جو نسا ہتھیار چاہتا ہو اس بے بس مصلوب آدمی پر پھینکتا ہو بھلا کسی آدمی کو زیب دیتا ہے کہ وہ اتنے زبردست بادشاہ کو چھوڑ کر اس لئے ہوئے آدمی سے حاجت روائی اور مشکل کشائی کی درخواستیں کرے۔ اور ایسا کرنے والا شخص اس لائق نہیں کہ اس کا نام از روئے عقل بے عقل دیوانہ ڈگر رکھا جائے۔

اللہ کے ہاں پناہ مانگو پینائی کے بعد اندھے پن سے۔ وصل کے بعد جدائی سے اور ہدایت کے بعد گمراہی سے اور ایمان کے بعد کفر سے۔ (فتوح الغیب مترجم، صفحہ ۴۳،

مطبوعہ نوری بکڈ پولا ہور)

پیر صاحب کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے۔ اور تمام انبیاء، اولیاء، شہداء، اغنیاء، فقراء، شاہ و سدا اس کی مخلوق ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ ذوالجلال والا کرام، ذوالقوة المتین ہے۔ اور ساری کائنات اس کے سامنے اس آدمی کی طرح عاجز اور بے بس ہے جس کی مثال حضرت پیر صاحب نے اوپر بیان کی ہے۔

۳۔ جس طرح بادشاہ کو چھوڑ کر اس بے بس مصلوب آدمی سے فریاد کرنے والا بیوقوف اور گمراہ ہے۔ اس طرح اللہ کو چھوڑ کر اس کے بندوں کے سامنے مشکل کشائی اور حاجت روائی کی درخواست کرنے والا بیوقوف اور گمراہ ہے۔

اللہ نے اپنی خدائی میں کسی کو شریک نہیں بنایا

پیر صاحب نے مشرکانہ ذہنیت رکھنے والوں کو اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کے مہیب اور خوفناک منظر سے ڈرایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

[وَيُحَكِّ بِأَيْ وَجْهِ تَلْقَاهُ عَدَاوَةً تَنْزِعُهُ فِي الدُّنْيَا مُعْرِضًا عَنْهُ مُقْبِلًا عَلَىٰ خَلْقِهِ تَنْزِيلُ حَوَائِجِكَ بِهِمْ وَتَتَكَلَّمُ بِالْمُهْمَمَاتِ عَلَيْهِمْ] (فتح الرباني: ۲۴۴)

”تمہ پر افسوس کل بروز قیامت تو اللہ کے سامنے کیا منہ لے کر پیش ہوگا جب کہ تو دنیا میں اس سے جھگڑتا ہے۔ اس سے منہ پھیرے ہوئے ہے۔ اس کی مخلوق کے سامنے جھکتا ہے اور ان کو اللہ کی (خدائی میں) حصہ دار سمجھے ہوئے ہے کہ اپنی حاجتوں کی ان پر پیش کرتا ہے اور اہم معاملات میں ان پر بھروسہ کرتا ہے۔“

ہڈ حرام سجادہ نشینوں اور مولویوں کی غلط بیانیوں کا رد

موجودہ بیروزگاری کے بھیانک دور میں پیر نما ٹھگ اور مولوی نما بھڑیئے دھڑا دھڑ آستانے تعمیر کر رہے ہیں کیونکہ یہ کاروبار بڑا منافع بخش اور دیر پا ہے۔ نہ اس کے لیے سرمائے کی ضرورت ہے۔ نہ تعلیم حاصل کرنے کی۔ بس قبر بنا کر اس پر سبز چادر ڈالنے اور سبز جھنڈا لے کر بیٹھنے کی ضرورت ہے بس چند ماہ کے بعد وہاں گنبد تعمیر ہونا شروع ہو جائے گا۔ پھر عرس شروع ہو جائے گا انتخابات کے موقع پر امیدواران اسمبلی اپنے سپورٹروں سمیت وہاں شرکت کریں گے۔ اور نوزائیدہ گدی نشینوں اور صاحبزادوں کو جن کے حسب نسب اور علم و عمل سے واقفان حال متنفر ہوتے ہیں) نذرانوں سے نوازیں گے۔

چنانچہ یہ گدی نشین اپنے فراڈ اور جہالت کے حق میں عرسوں پر مردہ ضمیر اور ایمان فروش مولویوں سے وعظ کرواتے ہیں۔ جو اپنے وعظوں میں لوگوں کو حضرت سید المرسلین کے مقدس نام پر جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں کہ:

[إِذَا أَعْيَبْتُمْ الْأُمُورَ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُورِ]

”جب تمہیں حوادث زمانہ تھکا دین تو تم قبروں والوں کے پاس جاؤ۔“

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایسا کرنے والوں کو گمراہ قرار دیا ہے۔ سورہ رعد آیت: 14، 15 میں ہے:

”اسی اللہ کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ دوسری ہستیاں جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں انہیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ وہ (پانی) اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح (دین حقہ) کے مکروہوں کے پکار مٹھنے بے اثر ہے۔“

لیکن یہ عیار گلدی نشین اپنے مریدوں کو قرآن کے ترجمہ کی طرف آنے نہیں دیتے کہ مبادہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف پلٹ نہ جائیں۔ اور ان کا دھندا ماند نہ پڑ جائے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے مریدوں کو جھوٹے واقعات سنا کر خوش کرتے ہیں۔ جس قسم کے واقعات سے استدلال کرتے ہیں۔ اور بڑے مزے سے مریدوں کو سناتے ہیں اس کی مثال عرض کرتا ہوں۔

”تذکرہ غوثیہ“ (ص: 314، مطبوعہ قجلی دہلی) میں ہے کہ:

ایک روز کسی شخص نے کہا کہ اولیاء اللہ سے کچھ فیض حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ بعد مردن مثل جماد ہو جاتے ہیں۔ اس وقت (پیر غوث علی شاہ کی زبان سے) ارشاد ہوا کہ ہم کو ایک نقل یاد آئی دکن میں ایک فاحشہ عورت مر گئی تھی۔ جنگل میں دفن کی گئی اس جانب کو جو شخص تنہا جاتا وہ چھلاوہ بن خواہش پوری کراتی تعجب ہے کہ ایک فاحشہ عورت تو اپنے فحش میں ایسی کامل ہو اور اولیاء اللہ سے کچھ بھی فیض نہ ہو۔

جاہل مرید اس پر سردھنتے ہیں اور وہابیوں کو کوسنا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ سید اولیاء حضرت پیر عبدالقادر جیلانی کی تعلیم ان کے اس فلسفے کے یسر خلاف ہے وہ فرماتے ہیں:

قبروں میں مدفون صالحین و طالحین اللہ کے سامنے بے بس ہیں

[اللَّهُمَّ أَهْلُ الْقُبُورِ رَهَائِنُ الذُّنُوبِ لَا يُطْلَقُونَ وَ أَسَارَى
وَ حَشِيَّةٌ لَا يُفَكُّونَ وَ غُرَبَاءُ سَفَرٍ لَا يُسْتَنْظَرُونَ مَحْتِ دَارِ سَاثِ
الثَّرَى مَحَاسِنَ وَ وُجُوهِمْ وَ حَاوَرْتَهُمْ الْهَوَامُّ فِي مَلَا حِدِ
قُبُورِهِمْ فَهُمْ جُمُودٌ لَا يَتَكَلَّمُونَ وَ جِيرَانُ قُرْبٍ لَا يَكْرَؤُونَ
وَ سُكَّانُ لَحْدٍ إِلَى الْحَشْرِ لَا يَظُنُّونَ رَفِيقَهُمْ مُحْسِنُونَ
وَ مُسِيئُونَ مُقْصِرُونَ وَ مُجْتَهِدُونَ] (غنية الطالبين مترجم: ۳۷۶)

”اے اللہ کریم۔ قبروں والے گناہوں کی بدولت مقید ہیں۔ ان کی رہائی ممکن نہیں۔ وہ وحشت کے قیدی ہیں آزاد نہیں ہو سکتے وہ ایسے مسافر ہیں جن کا انتظار کوئی نہیں کر رہا قبروں کی مٹی نے ان کے چہروں کی خوبصورتی منادی اور حشرات الارض ان کی قبروں میں ان کے مجاور ہیں۔ وہ بے جان ہیں کلام نہیں کر سکتے وہ قریب کے پڑوسی ہیں۔ لیکن مل نہیں سکتے۔ وہ قبروں میں پڑے ہیں حشر تک وہاں سے حرکت نہیں کر سکتے۔ ان میں نیکو کار (بزرگ) بھی ہیں۔ اور گنہگار بھی کو تباہی کرنے والے بھی اور سرگرم رہنے والے بھی اے اللہ جو اپنی جگہ پر خوش خرم ہیں ان کی خوشی میں اضافہ فرما اور جو غمناک ہیں ان کے غم کو سرور میں بدل دے۔“

قبروں میں مدفون انسانوں کی بے بسی کے متعلق پیران پیر سیدنا عبد القادر جیلانی کی مندرجہ بالا دعا کو دوبارہ غور سے پڑھ کر فیصلہ فرمائیں کہ محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی قبروں میں مدفون بزرگوں کی بے بسی کا اعتقاد رکھتے ہیں؟ یا انھیں حاجت روا اور مشکل کشا اور متصرف فی الامور سمجھتے ہیں؟ اور یہ بھی فیصلہ فرمائیں کہ قبروں میں مدفون بزرگوں کی بے بسی کے معاملے میں پیر صاحب اہل حدیث والا عقیدہ رکھتے ہیں؟ یا بریلویان برصغیر کا جو ان کی قبروں کو تجارت کا ہیں بتائے بیٹھے ہیں؟

خود ساختہ واسطے اور وسیلے اٹھا دو

ان سب وضاحتوں کے باوجود مشرکانہ ذہنیت رکھنے والے عیار ملاؤں سادہ لوح اور بھولے مسلمانوں کو ایک نئے انداز سے دوزخ کا ایندھن بناتے ہیں کہ ہم ولیوں اور قطبوں کو کائنات کا خالق و مالک نہیں سمجھتے بلکہ وہ ولی اور قطب اللہ کے بخشے ہوئے خزانوں کے مالک ہیں۔ بذات خود رازق نہیں ہیں لہذا ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں اللہ کے خزانوں سے دو۔ تو وہ دیتے ہیں۔

حالانکہ سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسا عقیدہ رکھنے والے مشرکین سے

جنگ کی وہ طواف کعبہ کے دوران کہتے تھے:

[لَيْبِكَ اللَّهُمَّ لَيْبِكَ لَا شَرِيكَ لَكَ - إِلَّا الَّذِي تَمْلِكُهُ وَ مَا
مَلَّكَ]

”اے اللہ! ہم حاضر ہیں، حاضر ہیں تیری بادشاہی میں کوئی حصہ دار نہیں
مگر جس کو تو نے مالک بنایا یا بذات خود وہ مالک نہیں ہے۔
کبھی کہتے کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں۔

﴿وَيَقُولُونَ هُوَ أَوْلَىٰ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ (یونس 18:10)

”اور کہتے جس طرح وزیروں کے بغیر بادشاہ تک رسائی نہیں اور سیڑھی بغیر
چھت پر جانا ممکن نہیں اسی طرح ان کے بغیر اللہ کے دربار میں رسائی نہیں۔ ان کے
اس فلسفہ کی اللہ نے اسی آیت میں تردید فرمائی) اور پیر صاحب بھی اسی نظریہ کی تردید
کرتے ہیں اور فرماتے:

[اِرْفَعُوا الْوَسَائِطَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُ فَإِنَّ وَفُوقَكُمْ مَعَهَا هُوس لَا
مُلْكَ وَ لَا سُلْطَانَ وَ لَا غِنَىٰ وَ لَا عِزًّا إِلَّا لِحَقِّ عِزِّ وَجَلٍّ]

(فتح الربانی: ۲۴۶)

(صاحبو) اپنے اور اللہ کے درمیان (مخلوق کے واسطے اٹھا دو کیونکہ تمہارا
ان واسطوں کے ساتھ پڑا رہتا ہوں ہی ہوں ہے۔ حکومت و سلطنت اور
تو مگر عزت سوائے حق تعالیٰ کے کسی کے لیے نہیں۔“

سیڑھیوں اور چھتوں کی مثال دینے والا مولوی اور صوفی کس قدر احمق ہے کہ
سیڑھی کے سامنے ہاتھ جوڑنے اور اس کے پاؤں پکڑ کر چھت تک پہنچانے کی فریاد
کرنے والا کبھی چھت پر نہیں چڑھ سکتا جب تک کہ وہ خود سیڑھی پر نہ چڑھے اس طرح
نبیوں اور ولیوں کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے والا محض ان کے نام چپ کر خدا تک نہیں
پہنچ سکتا۔

اولیاء کرام کی سیرت اپناؤ..... ان کے نام پر بزنس نہ کرو

(جس طرح گدھا شیر کی کھال پہننے سے شیر نہیں بن سکتا اسی طرح ولیوں کا روپ دھارنے والا عیار صوفی اور مولوی کبھی ولی نہیں بن سکتا خواہ وہ کتنا ہی ولیوں کے ٹھیکیدار ہونے کا دعوے کرتا پھرے اور منہ پھاڑ کر اولیائے کرام کے متعلق لوگوں کو جھوٹے واقعات سناتا پھرے کہ ایک دن وہ کسی مائی نے گیارہویں نہ دی تو غوث پاک نے اس کے بیٹے کی بارات کے ساتھ جانے والے باراتیوں کا بیڑا غرق کر دیا جو بارہ سال بعد تیرا، پیر صاحب نے اولیاء کے ایسے ہی گمراہ ٹھیکیداروں کی ڈانٹ پلائی) اور فرمایا:

[لَا تَقْنَعُ مِنْ أحوَالِهِمْ بِالْإِسْمِ وَالتَّزْيِي بِزَيْنِهِمْ وَ اتَشَدُّقِ بِكَلَامِهِمْ لَا يَنْفَعُكَ ذَلِكَ مَعَ مُخَالَفَتِكَ لِأَفْعَالِهِمْ - أَنْتَ كَدِرٌ بِلَا صَفَاءِ خَلْقٍ بِلَا خَالِقٍ دُنْيَا بِلَا آخِرَةٍ بَاطِلٌ بِلَا حَقِيقَةٍ - ظَاهِرٌ بِلَا بَاطِنٍ قَوْلٌ بِلَا عَمَلٍ بِلَا إِخْلَاصٍ - إِخْلَاصٌ بِلَا إِصَابَةِ السُّنَّةِ [إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَقْبَلُ قَوْلًا بِلَا عَمَلٍ وَلَا عَمَلًا بِلَا إِخْلَاصٍ وَلَا يَقْبَلُ شَيْئًا مِنْ الْجُمْلَةِ غَيْرَ مُوَافِقٍ بِكِتَابِهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ]

کہ اولیائے کرام کے حالات محض شہرت کمانے اور ان کا سا روپ دھارنے پر اکتفاء نہ کر اور نہ منہ پھاڑ پھاڑ کر ان کے ارشادات بیان کر کیونکہ تو ان کے افعال (سیرت و کردار) کی مخالفت کرتا ہے۔ لہذا یہ (نقالی اور عیاری) تجھے کام نہ دے گی۔ تو کدورت ہے بغیر صفائی کے۔ خلق ہے بغیر خالق کے دنیا ہے بغیر آخرت کے۔ باطل ہے بلا حقیقت کے ظاہر ہے بلا باطن کے۔ قول ہے بغیر عمل کے۔ عمل ہے بغیر اخلاص کے۔ اخلاص ہے بلا موافقت کے۔ اللہ تعالیٰ قول کو بلا عمل قبول نہیں کرتا

اور نہ عمل بغیر اخلاص کے اور نہ کسی ایسے عمل کو جس کا ثبوت قرآن و سنت سے نہ ہو۔

کیونکہ اولیائے کرام کے کچھ منفرد اوصاف ہوتے ہیں جو انھیں بہرہ پیسے ولیوں اور عیار پیروں سے ممتاز کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

عارفاں را شش نشانی بسر بسر
رنگ زرد، آہ سرد چشم تر
کم خوردن کم گفتن، خوابش حرام
غیر ازیں عارف نباشد والسلام

”معرفت خداوندی رکھنے والے ولیوں کی چھ نشانیاں ہیں۔ (اور وہ یہ ہیں) رنگ زرد ہونا، آہ سرد ہونا، آنکھیں تر ہونا، کم بولنا کم کھانا کم سونا (جو نہ سونے کے برابر ہو) ان صفات رکھنے والوں کے سوا کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ (والسلام)

کیونکہ اولیاء کرام نے روکھی سوکھی کھا کر گزارہ کر لیا اور جھونپڑیوں میں سونا گوارا کر لیا۔ لیکن اپنی خود داری اور عزت نفس پہ آج نہ آنے دی۔ لیکن یہ نوزائیدہ سجادہ نشین اور علمائے سوء (جاگیر داروں، صنعت کاروں اور دنیا داروں سے حصول اوساخ کے لیے ان کے ڈیروں پر حاضریاں لگواتے ہیں انھیں اپنے سالانہ عرسوں میں کرسی صدارت پر بٹھا کر ان سے۔ اپنی اپنی گدیوں اور آستانوں کے لیے روپے پیسے کا سوال کرتے ہیں تاکہ ان کی اولادیں برہمن زادوں کی طرح مفت میں پلتی رہیں۔

زاہدوں کے لباس میں خونخوار بھیڑیے

ایسے دنیا پرست مشائخ اور سجادہ نشینوں کے متعلق سیدنا پیر عبد القادر جیلانی فرماتے ہیں:

[يَدْعُوا النَّاسَ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ يَفْرُ مِنْهُ فَيَسْتَقْبِحُ غَيْبَ غَيْرِهِ وَ

يَدُوْمُ هُوَ عَلٰى مِثْلِهِ فِى نَفْسِهِ يُظْهِرُ لِلنَّاسِ تَنَسُّكًا يُنَازِرُ اللّٰهَ
بِالْعِظَائِمِ مِنَ الْمَعَاصِي وَاِذَا خَلَا كَاَنَّهُ ذُنْبٌ عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَهُوَ
الَّذِي حَدَّرَ مِنْهُ النَّبِيُّ ﷺ، يَقُولُ اَخُوْفُ مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِي
عُلَمَاءِ السُّوْءِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَذَا] (فتوح الغيب: ٧٤)

”لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے لیکن خود اس سے بھگتا ہے۔ دوسرے کے عیب کو برا جانتا ہے۔ اور خود انہی عیبوں پر عمل پیرا ہے۔ اور لوگوں پر پارسائی اور بزرگی ظاہر کرتا ہے (لیکن اندر خانے) بڑے گناہوں کا ارتکاب کر کے خدا کا مقابلہ کرتا ہے۔ جب تنہا ہوتا تو گیا لباس پوش بھیلریا ہے۔ یہ وہ (مولوی اور پیر) جس سے حضور نبی کریم ﷺ نے ڈرایا ہے کہ مجھے اپنی امت پر زیادہ خوف علمائے سوء (کے حملے) کا ہے۔ ہم اللہ کے ہاں پناہ طلب کرتے ہیں ایسے (مولویوں سے)

بدعات کے ارتکاب کا خوفناک انجام

چوری، ڈاکہ زنی، شراب نوشی، کذب بیانی، کو کوئی عالم بدعت نہیں کہتا کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ان گناہوں کے ارتکاب سے دنیا و آخرت میں باز پرس ہوگی۔ لیکن بدعت کیا چیز ہے جس کو حضور نبی کریم ﷺ نے گمراہی سے تعبیر کیا ہے۔

[كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ]

کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں ہے اس کی وضاحت خود سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہے کہ:

[مَنْ عَمِلَ عَمَلًا عَلَيْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ]

”جو ایسا عمل کرے جس پر میرا حکم نہیں ہے وہ مردود عمل ہے۔“ یہ قول، تیجے، ساتے، چالیسویں، عرس، میلاد جیسے اعمال کے متعلق کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ حضرت

رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل بیت عظام نے کیے ہیں یا ان کا حکم دیا ہے۔ لیکن ان کے کرنے والے بھولے بھالے مسلمانوں کو مشائخ نے باور کرا رکھا ہے کہ یہ نیکیاں ہیں۔

یہی وجہ ہی چور کو چوری سے ڈاکو کو ڈاکہ زنی سے شرابی کو شراب سے توبہ نصیب ہو جاتی ہے لیکن بدعتی کو بدعت سے توبہ کم ہی نصیب ہوتی ہے کیونکہ وہ اس گمراہی کو نیکی اور بدعت حسنہ سمجھ کر اپنائے ہوئے ہے۔

چنانچہ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عقیدت مندوں کو بڑے درد سے بدعات کے ارتکاب کے خوفناک انجام سے ڈراتے ہیں:

[لَا تَبْتَدِعْ فِي دِينِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ اتَّبَعَ الشَّاهِدِينَ الْعَادِلِينَ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَإِنَّهَا يُؤْصِلَانِكَ إِلَى رَبِّكَ عَزَّ وَجَلَّ -
أَمَا إِنْ تَحَنَّنْتَ مُبْتَدِعَهَا فَشَاهِدَاكَ عَقْلَكَ وَهَوَاكَ فَلَا جَرَمَ يُؤْصِلَانِكَ إِلَى النَّارِ وَ يُلْحِقَانِكَ بِفِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ جُنُودَهُمَا] (فتح الرباني: ۳۲۳)

”اللہ تعالیٰ کے دین میں بدعت جاری نہ کرو۔ اور اس چیز کو دین نہ بناؤ جس کا وجود اللہ کے دین میں نہیں ہے۔ دو انصاف پسند گواہوں یعنی قرآن و حدیث کی پیروی کرو۔ یہ تمہیں اللہ تک پہنچادیں گے۔ اور اگر تم بدعات کے مرتکب ہو گئے تو تمہارے دونوں گواہ تماری عقل اور خواہش نفس (خوش عقیدگی) ہوں گے۔ جو تمہیں ہر حال میں جہنم میں گرائیں گے اور فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں سے ملا دیں گے۔“

ہمدردانہ گزارش:

محترم قارئین کرام اب آپ کا فرض ہے کہ پیر صاحب کے بچے اور بے لوث عقیدت مندوں کو پہچانیں۔ اور مکار، عیاراتخوان فروشوں کو چھوڑیں۔ جو گئے پھاڑ

بھاڑ کر ان کی عقیدت مندی کا دم بھرتے ہیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کی جیبیں خالی کرتے ہیں کیونکہ ان کا پیر صاحب سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ پیٹ کے بندے ہیں۔ بزرگوں کے نام پر کھاتے ہیں لیکن ان کے ارشادات پر عمل کرنے سے روکتے ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ ایسے ہی مولویوں اور پیر نمائندوں کے متعلق فرمایا ہے:

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَخْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاكْفُلُونَ

أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (التوبة: 34)

اے اہل ایمان بہت سے مولوی اور پیر لوگوں کے مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں۔

استواء علی العرش کے منکرین کو ڈانٹ

بہت سے بریلوی اور دیوبندی صوفیاء اللہ رب العرش العظیم کی ذات کو عرش پر مستوی نہیں مانتے اور ہند پر ہتوں اور یونانی لٹدین کے نظریہ حلول اتحاد پر یقین رکھتے ہوئے۔ یوں کہتے ہیں کہ اللہ کی ذات لامکان ہے اور وہ ہر جگہ موجود ہے اور یوں کہتے ہیں کہ اللہ کو عرش پر مستوی ماننے سے قید اور جہت لازم آئے گی۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنے قصیدہ نونیہ میں گمراہوں کے اس غلط عقیدہ کے رد میں ایکس (۲۱) سے زیادہ قرآن و سنت کے دلائل پیش کیے ہیں اور اس باطل عقیدے کے پر نچے اڑا کر رکھ دیے ہیں۔

چنانچہ سیدنا حضرت پیر عبد القار جیلانی رحمہ اللہ اپنے وعظ میں انھیں ان کلمات سے

ڈانٹ پلاتے ہیں:

[أَمَا تَسْتَحْيُونَ يَصِفُ الْحَقُّ عَزَّ وَجَلَّ نَفْسَهُ بِصِفَاتٍ يَرْضَاهَا
لَهُ تَتَأَوَّلُونَهَا وَتَرُدُّونَهَا عَلَيْهِ - مَا يَسْعُكُمْ مَا وَسِعَ مَنْ تَقَدَّمَ مِنْ
مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا قَالَ

مِنْ غَيْرِ تَشْبِيهِ وَلَا تَعْطِيلٍ وَلَا تَجْسِيمٍ [

”تم کو شرم نہیں آتی اللہ رب العزت تو اپنی ذات کے لیے ایسی صفات بیان کرتا ہے جو اس نے اپنے لیے پسند کی ہیں اور تم ان کی تاویلیں کرتے ہو اور انھیں حق تعالیٰ پر رد کرتے ہو (کہ یہ اس کے لیے مناسب نہیں) کیا تمہیں اسلاف کرام صحابہ کرام اور تابعین عظام کی طرح ایمان لانا کافی نہ تھا کہ ہمارا رب عرش پر مستوی ہے (تو انھوں نے ان آیات کو بحالھا) مان لیا کہ واقعی ہمارا رب عزوجل عرش پر ہے۔ مگر بلا تشابہت اور بلا تعطیل اور بلا جسیمت کے۔“

گمراہ کن عقیدے کا رد

شیخ جیلانی فرقہ سالیہ کی گمراہی کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (اور بد قسمتی سے اس ملک کے بعض مدعیان عشق رسول اپنی تقریروں میں یہ یہی گمراہ کن عقیدہ بیان کرتے ہیں ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نبوت کے نزول اور جبرائیل کی آمد سے قبل آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید حفظ کر رکھا تھا مگر قرآن ان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿مَا كُنْتُمْ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾ (الشورى 42:52)

”تو یہ نہیں جانتا تھا کہ کتاب چیز کیا ہے اور نہ ہی ایمان کو جانتے تھے۔“
نیز فرمایا:

﴿وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكُمْ﴾

(العنکبوت 29:48)

”تو اس سے پہلے پڑھنا نہیں جانتا تھا نہ ہی اپنے دائیں ہاتھ سے لکھ سکتا تھا۔“
آگے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آدمیوں کی زبان سے خود قرآن مجید پڑھتا ہے (اور بد قسمتی سے اس ملک میں بھی فرقہ وجودیہ بھی یہی عقیدہ

رکھتا ہے کہ بندے میں رب بولتا ہے) لوگ قرآن کو اسی کی زبان سے سنتے ہیں۔ یہ قول اس بات دلاہت کرتا ہے کہ اللہ خود بندے میں اتر آتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ آواز سے پڑھتا ہے اور تلفظ ادا کرتا ہے۔ ایسا اعتقاد رکھنا کفر ہے اور ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

اس عقیدے کا رد کہ اللہ ہر جگہ یا ہر مقام پر بالذات موجود ہے

فرماتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ خدا ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہے۔ عرش اور فرش دونوں برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں، قرآن کریم اس عقیدے کو بھی جھوٹا ثابت کرتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ کہ اللہ نے عرش پر قرار پکڑا۔

یہ نہیں کہا کہ اس نے زمین پر قرار پکڑا اور نہ ہی یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے حاملہ عورتوں کے پیٹ یا پہاڑوں یا کسی اور جگہ قرار پکڑا۔ (غنیۃ مترجم، ص: ۲۱۰)

مومنوں اور شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں قبروں میں نہیں

جس طرح بت پرستوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے دیوتاؤں اور دیویوں کی روحیں ان کے بتوں اور مجسموں میں اتر آتی ہے اور جو کوئی ان کے بتوں اور مجسموں کے سامنے نیاز مندانہ جیوں جھکائے وہ ان سے خوش ہوتی ہیں اور انھیں پر میشر اور بھگوان تک پہنچا دیتی ہیں اس طرح قبر پرستوں کا بھی عقیدہ ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کی روحیں ان کی قبروں میں ہوتی ہیں اور اگر ان کی قبر پر پرندہ بیٹھ جائے تو وہ یہ بھی معلوم کر لیتی ہیں کہ وہ نر ہے مادہ بلکہ بعض جہاں تو تہمند باندھ کر قبرستان سے بھی نہیں گزرتے کہ مہا دیوتاؤں والے ان کا ستر نہ دیکھ لیں) جب کہ احادیث صحیحہ اس عقیدے کا رد کرتی ہیں اور انھیں احادیث کی بناء پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں۔

ترجمہ: شہداء اور مومنین کی روہیں سبز رنگ کے پرندوں کے قالب میں عرش کے نیچے نور کی قدیلوں میں رہتی ہیں بہشت میں چرتی ہیں جب دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا اس وقت وہ اتر کر اپنے اپنے جسموں میں آجائیں گی۔ قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے پیش ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تمہارے جو بھائی جنگ احد میں شہید ہوئے ہیں اللہ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھا ہے وہ بہشت میں چرتی ہیں اور نور کی قدیلوں میں عرش کے نیچے رہتی ہیں۔ جب انھیں عمدہ کھانا ملتا ہے اور پینے کے لیے پاک اور عمدہ چیزیں دی جاتی ہیں اور انھیں آرام ملتا ہے تو کہتے ہیں کوئی ہے جو ہمارے بھائیوں کو خبر دے کہ ہم بہشت میں زندہ ہیں اور ہمیں خوب رزق ملتا ہے پھر فرمایا:

تم جہاد کو ہرگز ترک نہ کرنا اور کافروں سے لڑنا رہنا اللہ تعالیٰ فرماتا اور وہ بہت سچا ہے میں۔ (آپ شہداء مومنوں کا پیغام) انھیں پہنچاتا ہوں اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾

(ال عمران 3: 169, 170) (غنیة الطالبین ۱۶۶، مترجم)

اور جو کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے مومنین کی روحوں کے ٹھکانے کے متعلق بیان کیا ہے اس کے متعلق ایک ایسی حدیث سنئے جس کی سند میں مذاہب متبعہ کے تین عظیم المرتبت امام آئے ہیں۔ ایک تو امام احمد بن حنبل دوسرے امام شافعی اور تیسرے امام مالک بن انس رضی اللہ عنہم کہ حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

[نَسَمَةُ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ تَعْلُقُ فِي شَجَرِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَهُ اللَّهُ إِلَى جَسَدِهِ يَوْمَ يَبْعَثُهُ]

”مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو جنت کے درخت سے کھاتا ہے۔“

یہاں تک کہ اللہ اس کو اس کے بدن میں اس روز لوٹائے گا جب اسے اٹھائے گا۔ (ابن کثیر بحوالہ ترجمان القرآن، پارہ نمبر ۴، صفحہ نمبر: ۵۴۵)

البتہ شہداء کا معاملہ بہت بلند ہے ان کی روہیں مثل ستاروں کے ہیں، ہنسبت عام ارواحِ مومنین کے کہ انھیں خود اڑنا پڑتا ہے۔

کسب و ہنر اپناؤ اور گداگری چھوڑ دو!

بہت سے لوگ بزرگوں کے مانگ اور فقیر بن کر گداگری کرتے ہیں اور عوام الناس سے ان کے نام پر نذر و نیاز وصول کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ ان کی دنیا و عاقبت اور اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں حالانکہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس بات کے سخت خلاف تھے وہ فرماتے ہیں:

[يَا مَحْرُومُ لَا تَخُلْ مِنْ يَدِكَ الْكَسْبَ فِي التَّوَكُّلِ عَلَى مَا فِي
أَيْدِي النَّاسِ وَ تَكْدِي مِنْهُمْ فَتَكْفُرُ نِعْمَةَ الْأَقْدَارِ فَيَمُوتَكَ اللَّهُ
عَزَّوَجَلَّ وَ يُعِدَّكَ تَرْكَ الْكَسْبِ وَالْكِدِيَةِ مِنَ النَّاسِ عُقُوبَةً
مِنَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ لِلْعَبْدِ] (فتح الرباني: ۲۹۱)

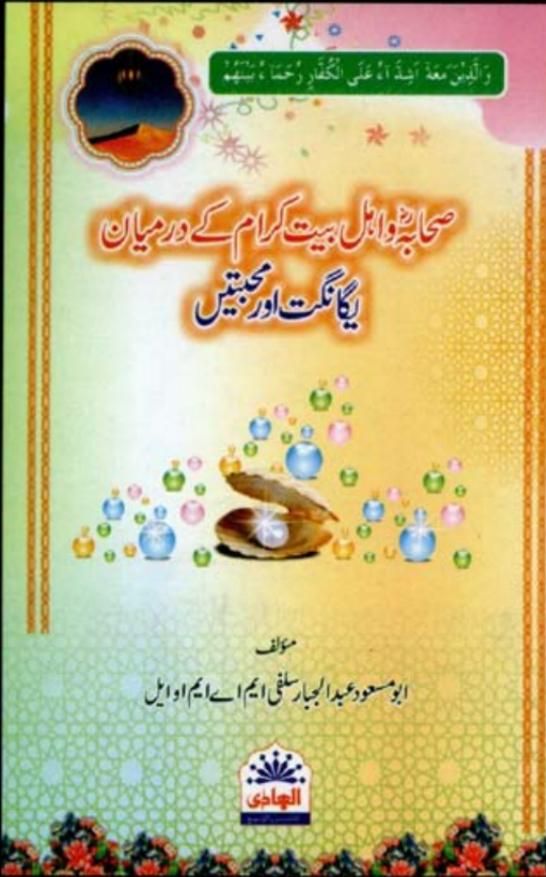
اے محروم تو لوگوں کے مال و دولت پر بھروسہ مت رکھ کہ کسب و ہنر چھوڑ کر ان سے بھیک مانگنے لگے کیونکہ ایسا کرنے سے تو مقدر کا ناشکرا بن جائے گا پھر اللہ عزوجل تجھ پر ناراض ہو جائے گا۔ اور تجھے اپنی رحمت سے دور کر دے گا کیونکہ کسب چھوڑنا اور لوگوں سے (چندا) بھیک مانگنا بندہ کے لیے عذاب الہی ہے۔“

مزید فرماتے ہیں:

[وَيَحْكُ اجْعَلْ ذُكَّانَكَ وَ مَالَكَ لِعِيَالِكَ تَكْسِبْ لَهُمْ بِأَمْرِ
الشَّرْعِ وَ يَكُونُ قَلْبَكَ مُتَوَكِّلاً عَلَى اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ أُطْلَبَ
رِزْقَكَ وَ رِزْقَهُمْ مِنْهُ لَا مِنْ الْمَالِ وَالذُّكَّانِ] (فتح الرباني)

تجھے پر افسوس! تو اپنی دکان اور اپنے مال کو تو اپنی بیوی بچوں کے لیے تجویز کر کہ حکم شریعت کے مطابق ان کے لیے کماتارہ اس حال میں کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والا ہو اور تو اپنا اور ان کا رزق اللہ کے ہاں تلاش کر مال اور مکان سے نہ کر۔“





۲۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور۔

فون: 0300-6609226، 042 37361473، پتہ: ۰۴۲

ای میل: alhaadi38@gmail.com

الہادی

للنشر والتوزیع

پبلشر: ایک سٹریٹ، نزد لاسٹی پیور